بسم اللہ تعالیٰ

مخدومی حضرت مولانا مفتی **سعید احمد** صاحب پرنام ہٹی مدظلہ العالی

خلیفۂ اجل محی السنہ حضرت مولانا شاہ **ابرار الحق** صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے نہایت مؤثر و نافع ملفوظات

مسمّٰی بہ

# جواہرِ سعادت


جمع وضبط: مولانا حافظ تنویر الحق صاحب زید مجدہٗ

ترتیب واضافہ: مولانا محمد عبد القوی صاحب



ناشر

خدام ومتعلقین حضرت والا دامت برکاتہم

سلسلۂ مطبوعات ۳۶ برکات بکڈپو

بہ اہتمام

اِدارۂ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

# تفصیلاتِ کتاب


نام کتاب :جواہر سعادت

ملفوظات :سعید الملت حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہٗ

جامع :مولانا حافظ تنویر الحق صاحب پرنام بٹ

ترتیب واضافہ :حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ حیدرآباد

بہ اہتمام :ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

اشاعتِ دوم :۱۴۳۷ھ


# ملنے کے پتے


- مولانا محمد عبد القوی صاحب
  ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد — 9848097866
- مولانا مفتی رشید احمد صاحب
  استاذ مدرسہ وصیۃ العلوم پرنام بٹ — 0995252334
- مولانا مفتی صلاح الدین صاحب
  امام جامع مسجد آمبور، تامل ناڈو — 09786802688

# فہرست ملفوظات


| ملفوظ نمبر | عناوین | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱ | گناہ سے نفس کو روکنے کا نام مجاہدہ ہے | ۱۲ |
| ۲ | موت تک مجاہدۂ نفس ضروری ہے | ۱۲ |
| ۳ | اصل چیز آخرت کی پریشانی سے بچنا ہے | ۱۳ |
| ۴ | خدا کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرو | ۱۳ |
| ۵ | میرے نزدیک یہ خلافِ احتیاط ہے | ۱۴ |
| ۶ | تشبہ بالکفار کا نقصان | ۱۵ |
| ۷ | تم ہی بتادو کہ یہ روپیہ کیسا ہے؟ | ۱۵ |
| ۸ | نفس کو گناہوں سے روکنا اختیاری عمل ہے | ۱۷ |
| ۹ | گناہ کرنے سے اس کا تقاضہ بڑھ جاتا ہے | ۱۸ |
| ۱۰ | ہر گناہ آدمی کو دوزخ کی طرف کھینچتا ہے | ۲۰ |
| ۱۱ | بدنظری سے انوارِ طاعت سلب ہوجاتے ہیں | ۲۲ |
| ۱۲ | یہ عشق نہیں فسق ہے | ۲۴ |
| ۱۳ | تنگ دستی کے وقت اعمال پر نظر اور استغفار کی کثرت | ۲۵ |
| ۱۴ | شانِ قدرت دیکھئے | ۲۵ |
| ۱۵ | جنت کے حصول سے زیادہ دوزخ سے بچنے کی فکر | ۲۶ |
| ۱۶ | انسان کی کامیابی وناکامی کا فیصلہ خدا کی رضامندی پر موقوف | ۲۷ |
| ۱۷ | نفس کی اصلاح کے لیے بدنظری سے بچنا ضروری ہے | ۲۸ |
| ۱۸ | بدنگاہی اتفاقاً معاف، قصداً حرام ہے | ۲۹ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹ | محبت عورت سے یا غلاظت سے؟ | ۳۰ |
| ۲۰ | بدنگاہی اور سوءِ خاتمہ | ۳۱ |
| ۲۱ | بدنگاہی سے بچنے کی تدابیر | ۳۲ |
| ۲۲ | مردِ کامل کی تاثیرِ نظر | ۳۳ |
| ۲۳ | شیخ کی توجہات اور دعاؤں کی برکت | ۳۴ |
| ۲۴ | تقویٰ کی دولت | ۳۵ |
| ۲۵ | محبتِ الٰہی حاصل کرنے کے طریقے | ۳۵ |
| ۲۶ | ولایت کا دروازہ آج بھی کھلا ہے | ۳۶ |
| ۲۷ | دو چار منٹ کی تکلیف باعثِ ثوابِ آخرت | ۳۶ |
| ۲۸ | اللہ تو دیکھ رہا ہے | ۳۷ |
| ۲۹ | دو شکایتیں | ۳۸ |
| ۳۰ | موت کی یاد | ۴۰ |
| ۳۱ | اصلاحِ نفس کی فکر | ۴۲ |
| ۳۲ | اتباعِ نبی بخشش کا ذریعہ | ۴۲ |
| ۳۳ | ایک اہم بات | ۴۳ |
| ۳۴ | روحانی اصلاح کے چار اصول | ۴۳ |
| ۳۵ | اللہ تک پہونچنے کے چار مختلف راستے | ۴۴ |
| ۳۶ | نفس کی اتباع چھوڑ دو | ۴۵ |
| ۳۷ | دو گرانقدر نصیحتیں | ۴۶ |
| ۳۸ | نفس کی مخالفت | ۴۷ |
| ۳۹ | اکابر کی بے نفسی اور تواضع | ۴۸ |
| ۴۰ | تصوف کا نچوڑ | ۴۹ |

| ۴۱ | تمام اعمال صالحہ کا مغز | ۵۰ |
|---|---|---|
| ۴۲ | مرتے دم تک نفس سے بے فکر نہ رہیں | ۵۰ |
| ۴۳ | نفس انسانی کی تین حالتیں | ۵۰ |
| ۴۴ | حضرت گنگوہیؒ کا ایک اہم ارشاد | ۵۳ |
| ۴۵ | حضرت حاجی صاحبؒ کا حکیمانہ اندازِ تربیت | ۵۳ |
| ۴۶ | پریشانی کے ازالہ کے لیے حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد فرمودہ وظیفہ | ۵۴ |
| ۴۷ | استغفار | ۵۵ |
| ۴۸ | کسی عمل کی دوبارہ توفیق، قبولیت کی علامت ہے | ۵۵ |
| ۴۹ | ذکر اللہ سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ | ۵۶ |
| ۵۰ | جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا | ۵۶ |
| ۵۱ | نفس وشیطان کے شر سے پناہ مانگنا چاہیے | ۵۷ |
| ۵۲ | ظاہر کا اثر باطن پر | ۵۸ |
| ۵۳ | شکر وصبر | ۵۸ |
| ۵۴ | اللہ سے دوری کا کوئی بدل نہیں ہے | ۵۹ |
| ۵۵ | کسی بھی گناہ اور نیکی کو چھوٹا نہ سمجھنا | ۵۹ |
| ۵۶ | اتباعِ سنت قربِ الٰہی کا ذریعہ | ۵۹ |
| ۵۷ | اصلِ دین اتباعِ سنت ہے | ۶۰ |
| ۵۸ | حضرت جنید بغدادیؒ کا اتباعِ سنت | ۶۰ |
| ۵۹ | سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت میں ترقیات مضمر ہیں | ۶۰ |
| ۶۰ | صحابہ کرامؓ اور سنتوں سے محبت | ۶۱ |
| ۶۱ | دائمی قیام کو بھولنا نادانی ہے | ۶۱ |
| ۶۲ | ایمان اور غیرت | ۶۲ |

| | | |
|---|---|---|
| ۶۳ | اولاد کی تعلیم وتربیت | ۶۲ |
| ۶۴ | مال، تجوری میں ہو نہ کہ دل میں | ۶۳ |
| ۶۵ | نماز میں دل لگانے کا طریقہ | ۶۴ |
| ۶۶ | اتباعِ سنت اور جنت میں حضور ﷺ کی معیت | ۶۴ |
| ۶۷ | پہلے گناہوں کی معافی طلب کرنا پھر دنیوی خوش حالی مانگنا | ۶۵ |
| ۶۸ | تقویٰ، اہل اللہ کی صحبت سے پیدا ہوتا ہے | ۶۶ |
| ۶۹ | جب خوفِ خدا پیدا ہو تو..... | ۶۷ |
| ۷۰ | ہمت وارادہ سے گناہ چھوڑنا آسان ہے | ۶۷ |
| ۷۱ | تکبر کی مذمت | ۶۸ |
| ۷۲ | وساوس پر ملامت یہ ایمان کی علامت ہے | ۷۰ |
| ۷۳ | گناہ کے خیالات کا امالہ کرلو، ازالہ نہیں | ۷۰ |
| ۷۴ | نفس شیطان کا خلیفہ ہے | ۷۱ |
| ۷۵ | نفس کا دھوکہ | ۷۲ |
| ۷۶ | کسی گناہ اور نیکی کو حقیر مت جانو | ۷۲ |
| ۷۷ | گناہِ صغیرہ کو کبیرہ مت بنائیں | ۷۳ |
| ۷۸ | خسارہ ہی خسارہ ہے | ۷۳ |
| ۷۹ | قلب کی درستگی بہت ضروری ہے | ۷۴ |
| ۸۰ | حکم رحمن کی تعمیل کریں، نہ کہ حکم شیطان کی | ۷۴ |
| ۸۱ | نہی عن المنکر کے درجات | ۷۵ |
| ۸۲ | تربیت کا انداز ایسا ہونا چاہئے | ۷۶ |
| ۸۳ | نرمی اور گرمی دونوں ضروری ہیں | ۷۶ |
| ۸۴ | غیبت کی مذمت | ۷۷ |

| | | |
|---|---|---|
| ۸۵ | اہلِ خانہ کی اصلاح کی فکر | ۷۸ |
| ۸۶ | مٹی کا چیخنا اور چلانا | ۷۸ |
| ۸۷ | پردہ کا اہتمام ضروری ہے | ۷۹ |
| ۸۸ | غصہ کے وقت قابو میں رہیں | ۷۹ |
| ۸۹ | غصہ کے وقت انتقام نہ لیں | ۸۰ |
| ۹۰ | غصہ نفس کے لئے نہ ہو | ۸۰ |
| ۹۱ | غصہ کا علاج | ۸۱ |
| ۹۲ | ہماری عزت دین میں ہے | ۸۱ |
| ۹۳ | نظامِ رحمت دیکھئے | ۸۲ |
| ۹۴ | نگاہ کو پاکیزہ رکھنے کی کوشش کریں | ۸۳ |
| ۹۵ | حبِ دنیا کی مذمت | ۸۴ |
| ۹۶ | انسان کی حقیقت | ۸۴ |
| ۹۷ | گناہوں کی کثرت کی وجہ سے زلزلے آتے ہیں | ۸۵ |
| ۹۸ | مال کا حصول برائے ضرورت ہو تو بہتر ہے | ۸۵ |
| ۹۹ | مجاہدہ کی ضرورت | ۸۶ |
| ۱۰۰ | مسنون دعاؤں کی عادت ڈالو | ۸۷ |
| ۱۰۱ | مناجاتِ مقبول کی ترتیب سے امت کو سہولت ہوئی | ۸۷ |
| ۱۰۲ | سوءِ حفظ کی شکل میں گناہوں کا ایک وبال | ۸۸ |
| ۱۰۳ | گناہ کا ایک بڑا نقصان | ۸۸ |
| ۱۰۴ | شکر کی حقیقت | ۸۹ |
| ۱۰۵ | بچوں کی اس طرح تربیت کرو! | ۹۰ |
| ۱۰۶ | نیک کام کی توفیق، اللہ کی عطا ہے | ۹۰ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۰۷ | ہمارا معبود تو اللہ ہی ہے | ۹۱ |
| ۱۰۸ | ایک اشکال اور جواب | ۹۱ |
| ۱۰۹ | نعمتوں کا صحیح استعمال کرو | ۹۲ |
| ۱۱۰ | تقویٰ، رزق کی کشادگی کا ضامن | ۹۲ |
| ۱۱۱ | استقامت یہ ہے | ۹۳ |
| ۱۱۲ | اپنے کو حقیر سمجھو | ۹۳ |
| ۱۱۳ | اولیاء اللہ کا تواضع | ۹۴ |
| ۱۱۴ | مساجد کی بے حرمتی | ۹۵ |
| ۱۱۵ | اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں مزہ کب آئے گا؟ | ۹۵ |
| ۱۱۶ | گناہ ہونے پر اللہ والوں کی حالت | ۹۶ |
| ۱۱۷ | ایک مسنون دعاء | ۹۷ |
| ۱۱۸ | تواضع کی حقیقت | ۹۷ |
| ۱۱۹ | اپنے علم وعمل پر ناز نہ کرو | ۹۸ |
| ۱۱۲۰ | پردہ کرنا شریعت کا حکم ہے | ۹۹ |
| ۱۲۱ | غصہ کو قابو میں رکھنا کا فائدہ اور اُس کے حدود | ۹۹ |
| ۱۲۲ | ریاکاری کی بہت سی قسمیں ہیں | ۱۰۰ |
| ۱۲۳ | عمل میں اخلاص پیدا کرنے کا فائدہ | ۱۰۰ |
| ۱۲۴ | ریاکاری اعمال کو برباد کردیتی ہے | ۱۰۱ |
| ۱۲۵ | ظاہری اور باطنی گناہ کی تفصیل اور لوگوں کی حالت | ۱۰۲ |
| ۱۲۶ | ظاہری گناہوں کا نقصان اور اُن کا علاج | ۱۰۲ |
| ۱۲۷ | سلوک کے چار طریقے | ۱۰۳ |
| ۱۲۸ | مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ کے پوتے کا واقعہ | ۱۰۴ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۲۹ | اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے ہیں | ۱۰۶ |
| ۱۳۰ | ایک صحابی کا ماقبل اسلام اپنے بت کو کھانے کا تذکرہ | ۱۰۷ |
| ۱۳۱ | اللہ تعالیٰ پہلے ڈھیل دیتے ہیں پھر مواخذہ کرتے ہیں | ۱۰۷ |
| ۱۳۲ | المومن مرأۃ المومن حدیث کی تشریح | ۱۰۸ |
| ۱۳۳ | ایک جامع دعا | ۱۰۸ |
| ۱۳۴ | اخلاص میں قبولیت کی شان ہے | ۱۱۰ |
| ۱۳۵ | اتباع سنت بھی ضروری ہے | ۱۱۱ |
| ۱۳۶ | شیطان اعمال کا دشمن ہے | ۱۱۱ |
| ۱۳۷ | اپنی طرف سے کوئی عمل نہ کرو | ۱۱۲ |
| ۱۳۸ | ہر وقت یا شکر یا صبر دو ہی کام ہیں | ۱۱۳ |
| ۱۳۹ | بات سوچ سمجھ کر کرنا چاہیئے | ۱۱۴ |
| ۱۴۰ | لوگ میرے پیسوں کو سلام کرتے ہیں | ۱۱۵ |
| ۱۴۱ | ایک صاحب کی حماقت کا واقعہ | ۱۱۵ |
| ۱۴۲ | وساوس کا علاج | ۱۱۶ |
| ۱۴۳ | اللہ کے نام کی برکت | ۱۱۶ |
| ۱۴۴ | نصیحت برابر کرتے رہنا چاہیئے | ۱۱۷ |
| ۱۴۵ | عورتوں کی ایک عادت | ۱۱۸ |
| ۱۴۶ | کنجوسی کی بھی حد ہوتی ہے | ۱۱۸ |
| ۱۴۷ | یہ ولیمہ مسنونہ نہیں ہے | ۱۱۹ |
| ۱۴۸ | ولیمے کا آسان طریقہ | ۱۱۹ |
| ۱۴۹ | ادب کی حقیقت راحت رسانی ہے | ۱۲۰ |
| ۱۵۰ | یہ بھی بے تہذیبی ہے | ۱۲۱ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۵۱ | جہاں تک ہو سکے احتیاط پر عمل کرنا چاہیئے | ۱۲۲ |
| ۱۵۲ | عوام کے طرزِ عمل کی ایک مثال | ۱۲۲ |
| ۱۵۳ | بچوں کے نام اچھے رکھنا چاہیئے | ۱۲۳ |
| ۱۵۴ | ماں باپ پر بھی اولاد کے حقوق ہوتے ہیں | ۱۲۳ |
| ۱۵۵ | بُری صحبت سمِ قاتل ہے | ۱۲۴ |
| ۱۵۶ | بدگمانی حرام ہے | ۱۲۴ |
| ۱۵۷ | تلاوتِ قرآن کی برکات | ۱۲۵ |
| ۱۵۸ | شیطان کی مکاریوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے | ۱۲۵ |
| ۱۵۹ | ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے | ۱۲۶ |
| ۱۶۰ | آدمی کے گناہ پر چار چیزیں گواہ بن جاتی ہیں | ۱۲۶ |
| ۱۶۱ | مولانا مکیؒ کے ظریفانہ جوابات | ۱۲۷ |
| ۱۶۲ | ناشکری سے بچنے کا طریقہ | ۱۲۷ |
| ۱۶۳ | دولت مندوں کی صحبت کا نقصان | ۱۲۸ |
| ۱۶۴ | اہل اللہ کو ستانے پر عذاب کا اندیشہ | ۱۲۹ |
| ۱۶۵ | دل میں اللہ تعالیٰ سے محبت کس طرح پیدا ہوتی ہے | ۱۳۰ |
| ۱۶۶ | ناقدری سے نعمت چھن جاتی ہے | ۱۳۱ |
| ۱۶۷ | نماز سے پریشانیاں دور ہوتی ہیں | ۱۳۲ |
| ۱۶۸ | ہر فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ یہ دعا پڑھنا چاہیئے | ۱۳۲ |

بسم اللہ تعالیٰ

# تقدیم

سعید الملّت حضرت مفتی سعید احمد صاحب پرنام بٹی مدظلہٗ العالی ایک محقق عالمِ دین، شیخ طریقت اور صاحبِ نسبت بزرگ اور محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز بیعت وتلقین ہیں؛ آپ ایک عرصہ دراز سے اپنی قیام گاہ پر تھوڑی دیر طالبین کو نہایت سادگی کے ساتھ مگر بہت ہی سوز و درد سے قیمتی نصائح فرماتے رہتے ہیں، تجربہ ہے کہ حضرتِ والا کی یہ مجالسِ اصلاح وتربیت نہایت مؤثر اور انقلابی تاثیر کی حامل ہوتی ہیں، دور نزدیک سے عوام وخواص کے ورود اور استفادہ کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ زیرِ نظر رسالہ حضرت والا مدظلہٗ کی انھیں مجالس میں محفوظ کردہ ملفوظات کا ایک حصہ ہے، ان شاء اللہ آئندہ دیگر حصص بھی توفیقِ الٰہی سے شائع ہوتے رہیں گے، زیرِ نظر ملفوظات کا بڑا حصہ عزیزم مولوی حافظ تنویر الحق سلّمہٗ امام وخطیب پارک مسجد پرنام بٹ کا محفوظ کردہ ہے۔

جن جن خدام نے اس کے محفوظ کرنے، مرتب کرنے اور شائع کرنے میں حصہ لیا ہے وہ سب اپنے لیے ناظرینِ کرام سے سعادتِ دارین کی دعاؤں کے متمنی ہیں۔ امید کہ ناظرین کرام حضرتِ والا کے لیے صحت وسلامتی کی دعا کے ساتھ ہم خدام کے لیے بھی اصلاحِ ظاہر وباطن کی تکمیل کے لئے دعا فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

والسلام

محمد عبد القوی غفرلہٗ

یکے از خدام حضرت والا مدظلہٗ

۱۱ ربیع الثانی ۳۰ھ

باسم اللہ تعالیٰ

## گناہ سے نفس کو روکنے کا نام مجاہدہ ہے

(۱) **فرمایا کہ:** حدیثِ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: اَلمجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ سب سے بڑا مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔ مجاہدہ کا معنیٰ ہے کسی کام میں محنت و مشقت برداشت کرنا۔ مجاہدہ ''جہاد'' سے نکلا ہوا لفظ ہے اور عربی زبان میں جہاد کے معنی لڑنے اور جنگ کرنے کے نہیں ہیں، بلکہ کسی کام میں محنت اور کوشش کرنے کے ہیں، یعنی انسان کا نفس جب اس کو کسی گناہ اور غلط قسم کے کام کرنے کی دعوت دے، اندر سے شدید تقاضہ اور داعیہ اس کا پیدا ہو کہ فلاں قسم کا گناہ کروں، کسی کی غیبت کروں یا کسی کی غیبت سنوں، حرام طریقہ سے مال کماؤں، کسی نامحرم عورت پر حرام اور ناجائز طریقے سے نظر ڈالوں تو اب زبردستی اپنے نفس کو اس گناہ سے روکنا اور اپنے آپ کو حرام اور ناجائز کاموں سے بچانا اسی کا نام مجاہدہ ہے۔

## موت تک مجاہدۂ نفس ضروری ہے

(۲) **فرمایا کہ:** اپنے نفس کو کنٹرول کرنا یعنی تمام قسم کے گناہوں سے بچانا، یہ کوئی ایک دو دن کا عمل نہیں بلکہ ساری زندگی کا عمل ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دمے آخر دمے فارغ مباش

راہِ سلوک میں آدمی ہر وقت تراش خراش یعنی اصلاحِ نفس کی خاطر مسلسل محنت و مشقت میں لگا رہے، آخری سانس تک اپنے کو اصلاحِ نفس کے سلسلے میں مستغنی نہ سمجھ بیٹھے، اسی کو قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

یعنی اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، یہاں تک کہ وہ یقینی چیز یعنی موت نہ آجائے۔

## اصل چیز آخرت کی پریشانی سے بچنا ہے

(۳) **فرمایا کہ:** نظام آباد سے ایک صاحب نے اپنے خط کے دوران یہ بات لکھی ہے کہ میں ان دنوں سخت پریشانیوں میں گھرا ہوا ہوں، اگر خودکشی کی اسلام میں اجازت ہوتی تو نہ معلوم بہت آگے خودکشی کر چکا ہوتا؛ میں نے ان صاحب کو لکھا کہ بھائی! دنیوی پریشانیوں سے تنگ ہو کر آپ خودکشی میں اپنی راحت سمجھ رہے ہیں تو بتاؤ کہ ایسی موت مر کر آخرت میں کیا آپ کو پریشانیوں سے راحت مل جائے گی؟ جس کو آخرت کی جزا وسزا، قضا وقدر پر کامل یقین ہو، خدا کی طاقت وقوت پر اس کا صحیح ایمان ہو تو کیا ایسا شخص اس حرکت کے ارتکاب کا کہیں تصور بھی کر سکتا ہے؟

## خدا کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرو

(۴) **فرمایا کہ:** ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص نے اپنی پریشانیوں کا ذکر کر کے مشورہ چاہا کہ حضرت! میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں خودکشی کرلوں، کیوں کہ میرے حالات یہ ہیں کہ میرے پاس نہ کھانے کو کچھ ہے نہ رہنے کو گھر ہے، بیوی ہے کہ وہ میری نافرمان اور سارے بچے بے چین اور پریشان، اس لئے میرا جی چاہتا ہے کہ ان حالات میں خودکشی کرلوں، کیونکہ ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ ان بزرگ نے سن کر فرمایا کہ ہاں بھائی! ایسی حالت میں آدمی خودکشی نہ کرے تو اور کیا کرے؟ ضرور خودکشی کرنی چاہئے، مگر ساتھ ہی فرمایا کہ دیکھو میرا مشورہ یہ ہے کہ خودکشی تو کرو،[1] مگر خدا کشی ہرگز ہرگز نہ کرو۔ یعنی انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ ارے ظالم! کیا خودکشی کر کے حرام اور کتے کی موت مرنا چاہتا ہے؟ بلکہ نرمی اور محبت سے سمجھا دیا کہ خدا کشی نہ کرو، یعنی خدا کے احکام اور قوانین کی خلاف ورزی نہ کرو۔

[1] لفظی مناسبت سے ایسا کہہ دیا، ورنہ مقصود حکم کی خلاف ورزی سے بچانا ہے۔

کیوں کہ اس میں نہ تو تمہاری دنیا کا فائدہ ہے اور نہ دین کا فائدہ، اور اگر تم صبر وتحمل سے کام لو تو یہ عقلمندی ہے اور اسی میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے، ورنہ اگر بے صبری کروگے، خدائی احکام کی خلاف ورزی کروگے تو یہ خدا کشی ہوئی اور خدا کشی ہی کا دوسرا نام خودکشی ہے، جو ایک مسلمان صاحبِ ایمان کے لئے ہرگز ہرگز درست نہیں۔

## میرے نزدیک یہ خلافِ احتیاط ہے

(۵) **فرمایا کہ:** کبھی کبھی لوگ مجھ سے یہ مسئلہ بھی پوچھا کرتے ہیں کہ ہمارے بعض جان پہچان کے غیر مسلم (ہندو) اپنی دیوالی وغیرہ کے مواقع پر پُوری یا مٹھائی موز وغیرہ لے آتے ہیں، ان کا استعمال کرنا ہمارے لئے درست بھی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ مٹھائی دیو، دیوتا وغیرہ کی نذر ونیاز اور پوجا کی ہو تو اس کا لینا اور استعمال کرنا ایک مسلمان کے لئے ہرگز ہرگز درست نہیں، واپس کرے یا لے کر کسی غیر مسلم کو دے دے، ہاں اگر وہ مٹھائی پوجا کی نہ ہو بلکہ باعزت وہ مسلمانوں کے پاس لائے اور یہ کہے کہ میں اپنی پاک آمدنی سے خرید لایا ہوں تو اس صورت میں اس کو قبول کر کے استعمال کرنا مسلمانوں کے لئے جائز ہے، بشرطیکہ مسلمان اس مٹھائی وغیرہ کو تبرک نہ سمجھیں (جیسے مسلمان حج کے تحفے کھجور اور زمزم کے پانی کو تبرک کے طور پر استعمال کرتے ہیں)، مگر غیر مسلم کے ہدیہ تحفے کا استعمال میں تو خلافِ احتیاط سمجھتا ہوں، بہتر ہے کہ لے کر کسی کو دے دے، گھر میں نہ رکھے، اور مسلمانوں کو یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے کہ کفار کے ساتھ ان کے تہوار اور ان کے میلوں میں مسلمانوں کو موافقت کرنا اور شرکت کرنا حرام بلکہ موجبِ کفر ہے۔ حدیثِ شریف میں ہے: مَنْ کَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُم جس نے کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کیا تو وہ انہیں میں سے ہے۔

## تشبہ بالکفار کا نقصان

(۶) **فرمایا کہ:** قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بڑا عبرتناک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ کہیں جارہے تھے، اتفاق سے ہندوؤں کے تہوار (ہولی) کا موقع تھا، جس میں یہ قوم حیوانات وغیرہ کو رنگتے ہیں، یہ بزرگ پان کھا رہے تھے، راستہ میں ان کی نظر ایک گدھے پر پڑی جس پر رنگ نہ تھا، انہوں نے مزاحیہ انداز میں فرمایا کہ ''ارے اس کو کسی نے نہیں رنگا ہے تو لاؤ میں اس کو رنگ دوں''، چنانچہ انہوں نے اس گدھے پر (پان) تھوک دیا۔ ان کی وفات کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا کہ ان کے سب حالات تو ٹھیک ہیں، مگر ان کے منہ میں ایک سانپ لگا ہوا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے ان سے پوچھا کہ حضرت یہ کیا حال ہے؟ تو جواب میں انہوں نے فرمایا کہ بھائی! سب حالت تو اچھی ہے، مگر ایک دن میں نے بطورِ مذاق ایک گدھے پر پیک ڈالی تھی، بس اس میں گرفتار ہوں اور اللہ کی طرف سے پکڑ ہوگئی ہے کہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ تم نے مشابہت کیوں اختیار کی تھی؟ بس عذاب میں مبتلاء ہوں۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا

## تم ہی بتادو کہ یہ رو پیہ کیسا ہے؟

(۷) **فرمایا کہ:** ہمارے حضرت والا محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک وعظ میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک افیونی کو افیون کھانے سے توبہ کرانے کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچ کر بیعت کی خواہش کی تو حضرت گنگوہیؒ نے اس کو بیعت فرمالیا، بیعت کے بعد اس نے کہا کہ حضرت جی! جو گناہ میں نہیں کرتا تھا، ان سے تو آپ نے توبہ کرادی، مگر جو گناہ میں کررہا ہوں اس کا نام بھی آپ نے نہیں لیا؟ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بھائی! تم کیا گناہ کررہے ہو مجھے اس کی کیا خبر؟ اب بتاؤ کہ کونسا گناہ تم کررہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں افیون کھایا کرتا ہوں۔

حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ روزانہ تم کتنی افیون کھا رہے ہو؟ اس نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ کر کے بتایا کہ اتنی مقدار میں کھا رہا ہوں۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اب ایسا کرو کہ روزانہ اس کی مقدار تھوڑی تھوڑی کم کرتے چلو اور دس پندرہ دنوں میں جا کر بالکل ختم کر دو۔

یہ طریقہ حضرت گنگوہیؒ نے دواءً و علاجاً فرمایا کیونکہ پرانی عادت ہے، ایک دم چھوڑنے کی وجہ سے کہیں یہ بیمار نہ ہو جائے، اس لئے فرمایا کہ رفتہ رفتہ یہ عادت چھوڑ دو۔ اس نے یہ سن کر کہا کہ حضرت! جب اس کا کھانا ہی حرام ہے، گناہ ہے، تو اتنی اتنی کیا؟ چلو ابھی چھوڑتے ہیں، اپنی جیب سے افیون کی ڈبیہ نکالی اور پھینک دی، کہا کہ بس آج سے میری پکی توبہ ہے، اب نہیں کھاؤں گا، افیون کھانے کی عادت چونکہ اس کو پڑ چکی تھی جب ایک دم اس نے چھوڑ دیا تو اس کا اثر اس پر یہ ہوا کہ گھر جا کر بیمار ہو گیا، جب حضرت گنگوہیؒ کو اس کی بیماری کی اطلاع ملی تو کہلا بھیجا کہ علاجاً تھوڑی سی مقدار میں کھا سکتے ہو، مگر وہ تو ایسا پکا تھا کہ اس نے کہا کہ کچھ بھی ہو جائے اب ہرگز نہیں کھاؤں گا؛ چنانچہ تھوڑے دنوں میں اس کی طبیعت سنبھل گئی، ایک ماہ کے بعد وہ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں آیا اور انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ دو روپئے ہدیۃً پیش کئے، چونکہ دیہات کے لوگ سادھے سیدھے اور مخلص ہوتے ہیں، اس لئے حضرت گنگوہیؒ نے بھی اس سے کوئی تحقیق نہیں کی کہ یہ کیا روپئے ہیں بلکہ ان کو قبول فرمالیا، اب وہی انتہائی سادگی اور بے تکلفی کے انداز میں کہنے لگا کہ حضرت! آپ نے مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ یہ روپئے کونسے ہیں؟ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اچھا بھائی! تم ہی بتادو کہ یہ روپئے کیسے ہیں؟ کہنے لگا کہ میرے افیون پر ہر ماہ دو روپئے خرچ ہوا کرتے تھے، جب آپ نے مجھے افیون سے توبہ کرادی تو ہمارا نفس بڑا خوش ہوا کہ اب تو ہر ماہ دو روپیوں کی بچت ہو رہی ہے (یہ سو سال پہلے کا سستا زمانہ تھا) اب ان روپیوں سے

خوب دودھ ملائی اور گھی کھاؤں گا، میں نے اپنے نفس سے کہا کہ نہیں نہیں، یہ روپئے تجھے نہیں کھانے ہیں بلکہ میں اپنے پیر کو لے جا کر کھلاؤں گا، جن کے ہاتھ پر میں نے توبہ کی ہے، بس یہ روپئے وہ ہیں اور کہا کہ حضرت جی! جب تک میں زندہ ہوں یا آپ ہیں، ہر ماہ برابر لا کر دیتا رہوں گا۔

چنانچہ گناہ چھوڑنے کے سلسلہ میں ہمارے حضرت والا محی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کو گناہوں کی عادت پڑ جائے اور اس کو گناہ چھوڑنے کی ہمت نہ ہو تو ایسا شخص رفتہ رفتہ گناہ چھوڑتا جائے۔ مثلاً دس قسم کے گناہ وہ روزانہ کر رہا ہے تو ہمت کر کے چند گناہوں کو تو چھوڑ دے یا کم از کم روزانہ ایک ایک چھوڑتا جائے تو دس دنوں میں دس گناہ ان شاء اللہ چھوٹ جائیں گے۔

## نفس کو گناہوں سے روکنا اختیاری عمل ہے

(۸) **فرمایا کہ:** علامہ شیخ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں نفس کی حقیقت سمجھاتے ہوئے فرما رہے ہیں:

**و النفسُ کالطفلِ ان تُھملہُ شَبَّ علیٰ**
**حُبِّ الرِّضَاعِ وَ اِنْ تَفْطِمْہُ یَنْفَطِم**

یعنی انسان کے دل میں پیدا ہونے والے گناہوں کی خواہشات اور نفس کی مثال دودھ پیتے بچے کی طرح ہے، ماں اگر اپنے بچے کو دو سال یعنی ایامِ رضاعت کے اندر اپنا دودھ چھڑا دے گی تو وہ چھوڑ دے گا، ہاں وہ دودھ چھوڑتے ہوئے بہت شور تو مچائے گا، اگر ماں اس کے چیخنے چلانے سے گھبرا کر یہ فیصلہ کر لے کہ اس کو اپنا دودھ نہ پلاؤں گی تو یہ معصوم خود بھی بیقرار ہو جائے گا اور مجھے بھی بے قرار کر دے گا، اس لئے لاؤ پلاتی رہوں تو آگے کیا ہوگا؟ یہ بچہ دودھ پیتا ہوا جوانی کی عمر کو پہنچ کر بھی اپنی ماں کے سینے سے دودھ پینا نہیں چھوڑے گا،

بالکل یہی مثال تمام قسم کے گناہوں کے لئے بھی سمجھ لیں۔

انسان اگر سختی سے اپنے آپ کو سنبھال لے تو پھر گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، کیونکہ شدید خواہشات کے وقت نفس کو قابو میں رکھنا اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے اور اس کا بہت بڑا ثواب ہے، مگر آج ہم لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہیں کہ اب تو ہم کم عمر ہیں، جوان ہیں، جب عمر زیادہ ہو جائے گی تو تب ہم گناہ چھوڑ دیں گے، اب تو گناہوں کے تقاضے ہو رہے ہیں، ذرا سا گناہ کرلوں، حسینوں کو دل بھر کر دیکھ لوں، زنا کرلوں پھر توبہ کرلوں گا، ذرا سا ٹی وی اور وی سی آر دیکھ لوں، پھر گندی اور فحش فلمیں دیکھنا بند کر دوں گا، اب تو ہماری مالی حالت خراب ہے، ذرا سا سود پر قرضہ لے لوں، جب تجارت سنبھل جائے گی تو تب سود سے توبہ کرلوں گا، یاد رکھئے! گناہ کرنے کے بعد انسان کا دل گناہ سے کبھی نہیں بھرتا بلکہ گناہ کی ہوس اور بھی بڑھ جاتی ہے، ہاں اگر انسان گناہ کے ارادہ پر ہرگز عمل نہ کرے، خدا کے خوف سے صبر وضبط سے کام لے تو صبر کی تکلیف تھوڑی دیر کے لئے محسوس ہوگی، پھر یہ تکلیف ان شاء اللہ راحت سے بدل جائے گی اور اگر آدمی بے قابو ہو کر گناہ میں مبتلا ہو جائے تو پھر اس گناہ کی پیاس کبھی نہیں بجھتی بلکہ اور بھی تیز ہو جاتی ہے۔

## گناہ کرنے سے اس کا تقاضہ بڑھ جاتا ہے

۹) فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حضرت طالوت علیہ السلام کے لشکر کا واقعہ سورۂ بقرہ میں ذکر فرمایا ہے: فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ جب حضرت طالوت علیہ السلام اپنا اسلامی لشکر قومِ عمالقہ (کافر قوم جن کا بادشاہ جالوت بھی کافر تھا) سے مقابلہ کرنے کے لئے لے چلے تو حضرت طالوت علیہ السلام نے اپنے اسلامی لشکر سے جو سب کے سب مومن تھے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ اے میرے ساتھیو! دیکھو آگے ایک میٹھے پانی کی نہر آرہی ہے، آج اللہ تعالیٰ تمہارے صبر وضبط کا امتحان

لینے والے ہیں، اس وقت تمہیں شدت سے پانی کی پیاس لگے گی، تم پانی کی ندی پر سے گذر وگے، خبردار! ہرگز پانی نہ پینا بلکہ پیاس پر صبر کر کے بتانا، فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ اگر کسی نے اس وقت پانی پی لیا تو سمجھ لو کہ وہ آج سے میری جماعت سے خارج ہے، وہ ہماری قوم کا آدمی نہیں، وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ ۚ اور جو آج پانی پر صبر کرے گا بس وہی میری قوم اور جماعت کا آدمی کہلائے گا ہاں! اتنی گنجائش ہے کہ اگر پیاس شدت کی ہو اور معاملہ قابو سے باہر نظر آئے تو صرف ایک چلو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر پی لینے کی گنجائش ہے، اس سے بڑھ کر پینے کی ہرگز اجازت نہیں، حضرت طالوت علیہ السلام نے خدا کا یہ حکم اپنی قوم کو سنا دیا مگر ہوا یہ کہ جب چلتے چلتے پانی کی ندی آئی تو پوری قوم اس پر ٹوٹ پڑی: فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ط سوائے چند گنے چنے افراد کے باقی سب بے تحاشہ پانی پر ٹوٹ پڑے اور نبی کی تاکید اور ان کے حکم کی پرواہ بھی نہ کی اور پانی خوب پیٹ بھر کر پی بیٹھے، اب حضرت طالوت علیہ السلام کے ساتھ چند افراد وہ بھی تھے جنہوں نے ایک قطرہ پانی بھی نہیں پیا اور چند افراد نے جتنی اجازت تھی ہاتھ سے ایک دو چلو پانی پی کر بس کیا تھا، ان دونوں کی مدد اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی کہ تھوڑی دیر کے لئے ان کو شدت کی پیاس لگی، پھر ان کے صبر و تحمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی پیاس کو ختم کر دیا اور وہ مطمئن اور سیراب ہو گئے اور جنہوں نے خدا کی نافرمانی کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت پیاس کو عذاب بنا کر مسلط کر دیا کہ اس قدر پانی پی رہے ہیں کہ ان کے پیٹ گویا پھٹ رہے ہیں، مگر ان کی پیاس ہے کہ ختم نہیں ہو رہی ہے بلکہ پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ گناہ کرنے سے گناہ کی ہوس کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ اور بھی بھڑک اٹھتی ہے، لیکن اگر کوئی اللہ کا بندہ گناہ پر صبر کرے تو اگرچہ صبر کرنے میں اس کو تھوڑی دیر کے لئے تکلیف تو ضرور محسوس ہوگی، مگر جلد ہی اس تکلیف کو اللہ تعالیٰ راحت اور

آرام سے بدل ڈالتے ہیں: وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً جو اللہ سے ڈرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے، تقوے پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غیب سے اس کے لئے راحت کے سامان پیدا فرما دیتے ہیں، لیکن اگر کوئی گناہوں کو نہ چھوڑے، تقوے پر عمل نہ کرے تو پھر اس کی ساری زندگی گناہوں ہی میں گذرتی ہے، چین وسکون سے ایسا شخص محروم کر دیا جاتا ہے۔

## ہر گناہ آدمی کو دوزخ کی طرف کھینچتا ہے

(۱۰) **فرمایا کہ:** تقوے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس لئے دیا ہے تاکہ ہم گناہوں سے بچیں، کیونکہ گناہ کی خاصیت ہی یہ ہے کہ ہر گناہ انسان کو دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے، اور گناہوں سے بچنے میں انسان کو جو تکلیف ہوتی ہے، روزہ رکھنے میں انسان کو جو تکلیف ہوتی ہے، نماز کے پڑھنے میں انسان کو جو مشقت ہوتی ہے، زکوٰۃ اور فطرہ نکالنے میں انسان کے دل پر جو بوجھ محسوس ہوتا ہے، حج اور قربانی میں جو مال خرچ ہوتا ہے اور جس قدر مشقتیں ہوتی ہیں، یہی مشقتیں انسان کو جنت میں پہونچاتی ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: حُفَّتِ الجنَّةُ بِالمكَارِهِ وَ حُفَّتِ النَّارُ بِا لشَّهَوَاتِ جنت شریعت کی پابندیوں اور عبادتوں کی مشقتوں سے گھیری ہوئی ہے اور دوزخ کی آگ خواہشاتِ نفسانی اور حرام لذتوں سے گھیری ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے جنت کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ ذرا جنت اور اس کی نعمتوں کو دیکھ آؤ کہ میں نے کیسی بنائی ہے؟ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام گئے اور جنت کی سیر کر کے واپس آئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے کہ اے پروردگار! قسم ہے تیری عزت وجلال کی! جنت تو اس قدر بہترین، ایسی عمدہ اور ایسی پاکیزہ جگہ ہے سبحان اللہ! اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ جو بھی جنت کا صرف نام سن لے گا وہ اس میں داخل ہوئے بغیر نہ

رہے گا، تیری ساری مخلوق اب اس میں داخل ہو جائے گی، اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کیا کیا؟ جنت کے اطراف مکروہات کی باڑھ لگادی، جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ کسی مکان یا باغ وغیرہ کی حفاظت کے لئے لوہے کی باڑھ لگادی جاتی ہے یا کمپاؤنڈ ہوتا ہے تاکہ کوئی جانور داخل نہ ہو یا بلا اجازت کوئی آدمی اندر نہ آئے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنت کے اطراف مکروہات یعنی شریعت کی پابندیوں کی باڑھ لگادی، جن کاموں کا کرنا انسان کے لئے مشکل ہوتا ہے جیسے پنجوقتہ نمازیں پڑھا کرو، روزے رکھو، زکوٰۃ ادا کرو، حج کرو، جہاد کرو، اللہ کی راہ میں اپنا محبوب مال خرچ کرو، یہ اور اسی قسم کے وہ تمام کام جن کا کرنا آدمی کے لئے مشکل ہے کرنے کا حکم دیا اور وہ کام جن سے بچنا چاہئے جیسے حرام طریقوں سے مال نہ کماؤ، چوری نہ کرو، ظلم نہ کرو، حسد نہ کرو، کسی کی غیبت نہ کرو، زنا نہ کرو، یہ اور اسی قسم کے جتنے کبیرہ گناہ ہیں جن سے بچنا انسان کے لئے سخت مشکل ہے، یہ سب کے سب جنت کے اطراف باڑھ بنا کر لگادیے گئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن نیک کاموں کا تمہیں حکم کیا ہے وہ کرو گے اور جن برائیوں سے روکا ہے اس سے تم بچو گے تو تب ہی تم کو جنت میں داخلہ ملے گا، ورنہ شریعت کے احکام پر عمل کیے بغیر تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اب دوبارہ جا کر جنت کو دیکھ آؤ، وہ گئے اور واپس آ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے کہ اے پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم! مجھے تو اب اس بات کا سخت اندیشہ ہو رہا ہے کہ شاید ہی اب کوئی جنت میں داخل ہوگا، کیوں کہ جنت کے اطراف شریعت کی ایسی پابندیاں لگی ہوئی ہیں کہ اس پر صحیح طور پر چل کر جنت میں پہونچنا بڑا مشکل مسئلہ نظر آ رہا ہے۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا فرمایا تو اوّل حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ ذرا دوزخ کی آگ کو دیکھ آؤ، میں نے کتنی بُری کتنی گندی اور کتنی ہولناک چیز

بنائی ہے۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام گئے اور دوزخ کو دیکھ کر آئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے کہ اے پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم، دوزخ تو اتنی بُری اور اس قدر وحشت ناک جگہ ہے کہ جو کوئی دوزخ کا صرف نام بھی سن لے گا، وہ ڈر اور خوف کے مارے اس کے قریب بھی نہیں جائے گا، اور جب کوئی قریب بھی نہ جائے گا تو پھر اس میں گر پڑنے کا سوال ہی نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے اطراف وہ تمام حرام اور ناجائز کام ـــــ جن کی طرف آج پوری دنیا آنکھ بند کر کے بھاگ رہی ہے، جیسے سود، رشوت، جُوَّا، لاٹری، زنا اور بدکاری اور ہر قسم کے گناہ اور خدا کی نافرمانی کے کام جو شیطان کو پسند ہیں ـــــ کی باڑھ لگادی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اب دوزخ کو جا کر دیکھو، تو وہ گئے اور گھبرا کر آئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے کہ اے پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم! اب تو مجھے یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ شاید ہی کوئی دوزخ سے بچے، ورنہ میں ڈرتا ہوں کہ ہر شخص حرام میں مبتلاء ہوگا، خواہشاتِ نفسانی کا شکار ہوگا اور اس کے نتیجے میں دوزخ میں گر پڑے گا۔

دیکھئے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مبارک حدیث ہماری آنکھ کھولنے اور دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ سمجھانے کے لئے کافی ہے، اس لئے کہ آج دنیا میں جس قدر حرام اور ناجائز خواہشات، جن کا ہم پیچھا کر رہے ہیں یہ سب خطرناک ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ سختی سے گناہوں سے خود بھی بچنے اور اپنے گھر والوں کو بھی بچانے کی پوری کوشش کریں۔

## بدنظری سے انوارِ طاعت سلب ہو جاتے ہیں

(۱۱) **فرمایا کہ:** بدنظری (یعنی نامحرموں کو بری نظر سے دیکھنا اور شہوانی خیالات) یہ مرض آج عام ہوتا جا رہا ہے، حالانکہ یہ ایسا سنگین مرض ہے کہ اس سے طاعت کے انوار و برکات سب سلب ہو جاتے ہیں، انسان نمازیں بھی پڑھتا ہے، تہجد، اشراق اور اوّابین کا بھی پابند رہتا ہے، تسبیحات اور تلاوتِ قرآن پاک میں بھی اپنا وقت گذارتا ہے، اب ان طاعات

وعبادات سے اس کے دل میں جو لذت وحلاوت پیدا ہوتی ہے اور جو انوار و برکات حاصل ہوتے ہیں وہ سب بس اس ایک شر کی وجہ سے تاریک ہو جاتے ہیں۔ آج ہم کو طاعت کے انوار و برکات کیا حاصل ہوتے ہیں؟ اس کا پتہ ہی نہیں تو پھر اس کے سلب ہونے کا احساس کہاں ہوگا؟ کیونکہ ہماری حِس ہی مردہ ہو چکی ہے، جس کی وجہ سے ہمیں طاعت کے نور کا مطلب بھی معلوم نہیں، لیکن جو اللہ والے ہوتے ہیں ان کو اس نور کا بخوبی ادراک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ــــــ جو دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس اور حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ بھی ہیں ــــــ کا واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ جن کے یہاں دعوت ہے ان کی آمدنی کچھ مشکوک ہے، بس ایک مسلمان نے دعوت دی اور یہ چلے گئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ ان کی آمدنی صحیح نہیں ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس کھانے کا یہ اثر ہوا کہ کافی عرصہ تک اس کی ظلمت قلب پر محسوس ہوتی رہی، عبادتوں میں حلاوت ختم ہوگئی، دل میں فاسد خیالات اور گناہ کی طرف طبیعت کا میلان ہوتا رہا۔

اب چونکہ ہم لوگوں کا ذوق اور حِس خراب ہے، اس لئے بدنگاہی جو شرعاً حرام ہے اس کی ظلمت کا کوئی احساس بھی ہمیں نہیں ہوتا، یوں سمجھ رہے ہیں کہ جسم پر ایک مکھی آ کر بیٹھی اور اس کو اڑا دیا، لیکن جن اللہ والوں کے قلوب مجلّٰی اور مصفّٰی ہوتے ہیں، ان کے پاکیزہ قلوب پر گناہ کا ذرا سا دھبہ بھی لگ جائے تو ان کو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ گویا ان پر کوئی پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو، حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بر دلِ سالک ــــ ہزاراں غم بود
گر زباغ دل خلالے کم بود

اگر دل کے باغ میں ایک تنکا بھی کم ہو جائے یعنی سالک عبادات واذکار سے جو انوار و

برکات اپنے اندر جمع کرتا ہے، مگر جب بدنگاہی یا کسی معصیت کی وجہ سے قلب میں اس کی ظلمت اور نورانیت میں کمی محسوس کرتا ہے تو اس پر ہزاروں غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔

## یہ عشق نہیں فسق ہے

(۱۲) **فرمایا کہ:** حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وعظ ہے ''رفع الموانع'' جس میں حکیم الامتؒ ایک سنگین گناہ سے ہمیں بچا رہے ہیں؛ کوئی اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ آج ہمارا ماحول تمام تر شہوانیت، حیوانیت اور نفسانیت سے بھرا ہوا ہے، بے حیائی، بے شرمی اور آزادی کی ایسی لہریں چلی ہوئی ہیں کہ ہم لوگوں کو احساس تک نہیں کہ یہ کام ایمان واسلام کے خلاف ہونے کی وجہ سے حرام اور کبیرہ گناہ ہیں، اس لئے حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کا یہ مضمون بعینہٖ نقل کردینا مناسب ہے، تاکہ ہم ان باتوں کو خوب سمجھیں اور اپنی حفاظت کریں۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حرام محبت جس کا نام لوگوں نے عشق رکھا ہے، جس کو بجائے عشق کے اگر فسق کہا جائے تو بجا ہے ـــــ خواہ وہ محبت عورتوں کے ساتھ ہو یا لڑکوں کے ساتھ ـــــ یہ تو کسی طرح بھی جائز نہیں، آج کل لڑکوں کی محبت کا مرض بہت عام ہوگیا ہے، اور یہ فتنہ عورتوں سے بھی زیادہ سخت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عورتیں تو خود بھی اجنبی مردوں سے بچتی ہیں، اور ان میں حیاء بھی ہوتی ہے، اور نیز وہ پردہ میں رہتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر عورت مرد ملیں تو فوراً لوگوں کو بدگمانی ہوتی ہے، اور لڑکوں میں بچاؤ کی کوئی چیز نہیں ہے، اس لئے اس میں ابتلاء بہت ہے، اور یہ نہایت سخت چیز ہے، یہ وہ فعل ہے کہ جس نے قومِ لوط کو تباہ کردیا ہے، اور جو لوگ اس میں مبتلاء ہیں ان کی بہت سی قسمیں ہیں۔ چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ لوطی کی تین قسمیں ہیں: قِسْمٌ یَنْظُرُوْنَ، وَقِسْمٌ یُقَبِّلُوْنَ وَیَلْمَسُوْنَ، وَقِسْمٌ یَفْعَلُوْنَ، یعنی ایک قسم تو وہ ہے

جوصرف دیکھتے ہیں، اور دوسری قسم جو بوس وکنار کرتے ہیں، تیسری قسم وہ جو یہ فعل کرتے ہیں، (آگے حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں) اور میں عرض کرتا ہوں کہ چوتھی قسم ایک اور ہے اور وہ یہ ہے یَتَصَوَّرُوْنَ وَ یَتَخَیَّلُوْنَ یعنی تصور اور تخیل میں مبتلاء ہیں، یہ قلب کی لواطت ہے، اور دلیل اس کی وہ حدیث ہے: وَالْقَلْبُ یَزْنِیْ وَزِنَاہُ اَنْ یَشْتَھِیَ (قلب بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا خواہش کرنا ہے) اور یہ فعل زیادہ سخت اس لئے ہے کہ عورت کسی وقت حلال ہونے کا محل تو ہے، اور اس فعلِ خبیث میں تو حلّت کا وسوسہ بھی نہیں، اور یہ فعل فطرتِ سلیمہ کے بالکل مبائن اور مخالف ہے، اور اس فعل سے عقوبۃً بھی سخت بلائیں نازل ہوتی ہیں''۔ الخ (رفع الموانع صفحہ ۵۱)

## تنگ دستی کے وقت اعمال پر نظر اور استغفار کی کثرت

(۱۳) **فرمایا کہ:** ہمارے حضرت والا محی السنۃ مولانا ہردوئی نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اگر رزق میں تنگی ہو تو پہلے اپنے اعمال پر نظر ڈالو پھر اپنے گھر والوں کے اعمال پر نظر ڈالو کہ کہیں حق تعالیٰ شانہٗ کی کوئی نافرمانی تو نہیں ہو رہی ہے؟ اس وقت توبہ واستغفار کی کثرت کرنی چاہئے۔ حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

غم چو بینی زود استغفار کن
غم بامر خالق آمد کار کن

جب مصائب اور پریشانیاں آئیں اور تم دل میں اس کا غم محسوس کرو تو فوراً خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ، یعنی توبہ واستغفار میں مشغول ہو جاؤ، کیونکہ یہ مصیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارا کام بنانے ہی کے لئے آئی ہے۔

## شانِ قدرت دیکھئے

(۱۴) **فرمایا کہ:** اللہ کی شان اور اس کی قدرت اس قدر عجیب ہے کہ ہم اس کا کوئی

احاطہ ہی نہیں کر سکتے، اس کی شان وقدرت کی معرفت کے لئے ''گلزارِ ابراہیم'' کے اشعار انتہائی مؤثر ہیں۔ حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اس کے پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ صاحبِ گلزارِ ابراہیمؒ دیکھئے کیا فرماتے ہیں؟ ؎

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو

یعنی لکھا ہے کہ ابوجہل کی پیدائش کعبۃ اللہ شریف کے اندر ہوئی، اس کی ماں کعبۃ اللہ کا طواف کر رہی تھی کہ وہیں اس کی پیدائش ہوگئی۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو — لاوے بت خانہ سے وہ صدیقؓ کو
اہلیہ لوطِ نبی ہو کافرہ — زوجہ فرعون ہو وے طاہرہ
زادۂ آزر خلیل اللہ ہو — اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو
دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر — غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر
فہم سے بالا خدائی ہے تیری — عقل سے برتر خدائی ہے تیری

## جنت کے حصول سے زیادہ دوزخ سے بچنے کی فکر

(۱۵) **فرمایا کہ:** اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں: فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ جو دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو بس وہی شخص حقیقت میں کامیاب اور قابلِ مبارکباد ہے۔ دیکھئے! ایک جنت ہے اور ایک دوزخ ہے، گناہوں کا ارتکاب کرنے والا تو دوزخ میں جاتا ہے اور نیک عمل کرنے والا جنت کا مستحق بنتا ہے، جنت اور دوزخ دونوں میں، دوزخ سے بچنے کی فکر زیادہ اہم اور ضروری ہے، کیونکہ دوزخ کوئی معمولی چیز نہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دوزخ سے محفوظ رکھے، آمین۔ کیونکہ دوزخ میں ایک سیکنڈ کے لئے جانا بھی ناقابلِ برداشت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء کرام علیہم

الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے ہیں سبھی پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگی ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ انہیں کے نقشِ قدم پر چلے ہیں اور سبھوں نے دوزخ سے پناہ مانگی ہے۔ایک بزرگ تو یوں فرماتے ہیں ؎

من نگویم کہ طاعتم بپذیر
قلم عفو برگناہم بکش

یعنی اے اللہ! میں یہ نہیں کہتا کہ آپ میری عبادتیں اور میری نیکیاں قبول فرمالیجئے، بلکہ میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ بخشش کا قلم میرے گناہوں پر کھینچ کر مجھے دوزخ کی آگ سے بچالیجئے، مجھے جنت کے مراتب نہ ملیں سہی، لیکن دوزخ سے رہائی مانگتا ہوں۔

## انسان کی کامیابی و ناکامی کا فیصلہ خدا کی رضامندی پر موقوف

(۱۶) **فرمایا کہ:** دنیا میں بڑے بڑے اولیاء اللہ کی حالت یہ تھی کہ وہ رات دن خدا کی نافرمانی سے بچ کر خدا کی یاد اور عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے اور ساتھ ہی یہ فکر ہر وقت انہیں بے چین اور بے قرار کرتی تھی کہ نہ معلوم ہمارا خاتمہ کیسا ہوگا؟ تمام اولیاء اللہ کے سردار حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ کبھی تو میں اپنی عبادتوں کی وجہ سے فرشتوں سے بھی آگے بڑھ جاتا ہوں کہ فرشتے بھی میری عبادتوں کو دیکھ کر رشک کرنے لگتے ہیں، اور کبھی گناہوں کے خیالات یا کسی نالائقی پر شیطان بھی ہنس پڑتا ہے، یعنی دنیا میں اونچ نیچ کا سلسلہ چلتا رہتا ہے، کبھی ترقی، کبھی تنزل، کبھی نیکیوں کا خوب شوق ہونے لگتا ہے تو کبھی گناہوں کے خیالات ستا رہے ہیں، انسان کی مجموعی زندگی کا اصل فیصلہ تو خدا کی رضامندی اور حسنِ خاتمہ پر موقوف ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ایمان چو سلامت بہ لب گور بریم
احسنت بریں چستی و چالاکیٔ ما

جب میں اپنی جان سے قیمتی چیز یعنی دولتِ ایمان کو سلامتی کے ساتھ اپنے ہمراہ قبر میں لے جاؤں تو تب میں اپنی چستی چالاکی اور بہادری کی تعریف کروں گا، ورنہ موت سے پہلے اپنی عبادتوں پر ناز کرنے کی جگہ دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا تو تب الحمدللہ میں اپنی کامیابی پر فخر کروں گا جیسے کسی اسکول یا کالج میں پڑھنے والا لڑکا امتحان لکھ کر رزلٹ آنے سے پہلے خوشیاں مناتا پھرے، مٹھائیاں اور لڈو تقسیم کرتا رہے کہ میں نے امتحان دے دیا، میں نے امتحان کے پرچے لکھ دیے تو لوگ اس کو اوّل نمبر کا پاگل اور بے وقوف خیال کریں گے کہ عجیب احمق ہے، ابھی تو رزلٹ آیا نہیں، کامیاب ہے یا ناکام کچھ خبر نہیں اور یہ مٹھائی کھلا رہا ہے؛ بالکل یہی مثال انسان کی بھی سمجھ لیں، موت سے پہلے کسی کو خبر نہیں کہ اس کا حشر کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے آمین۔

## نفس کی اصلاح کے لیے بدنظری سے بچنا ضروری ہے

(۱۷) **فرمایا کہ:** اگر ہم کو اپنے نفس کی اصلاح منظور ہے تو سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اپنی نگاہ کی سختی سے حفاظت کی جاوے، کیونکہ بدنگاہی کا مرض آج اتنی شدت سے پھیلتا جارہا ہے کہ الامان والحفیظ۔ آنکھوں کی ذرا سی بے احتیاطی انسان کو بڑے بڑے سنگین گناہوں میں مبتلا کردیتی ہے، اور جب تک آدمی اپنی نگاہ کو قابو میں نہ رکھے اس وقت تک اپنے نفس کی اصلاح کا تصور ہی محال ہے۔ حدیثِ شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بدنظری کو شیطان کا زہریلا تیر قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ یعنی ''بدنگاہی'' ابلیس کے زہر کے بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔ کبیرہ گناہوں کی خاصیت یہ ہے کہ ایک گناہ بھی انسان کو تباہ کرنے اور جنت

کے بجائے جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔ بعض اوقات ایک ہی بدنگاہی انسان کی سوچ، اس کی فکر، اس کے خیالات اور اس کے جذبات سب کو تباہ کر ڈالتی ہے، اسی لئے اسلام نے انسان کو بدکاری اور فحاشی سے بچانے کے لئے نگاہ کی حفاظت کا سختی سے حکم دیا کہ ''اپنی نگاہ کو نیچی رکھو'' کیونکہ جب تمہاری نگاہ پاکیزہ رہے گی تو آگے شرمگاہ کی بھی حفاظت ہوجائے گی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ صاف الفاظ میں حکم دے رہے ہیں: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط (سورہ النور آیت ۳۰) یعنی اے پیغمبر! مومنوں سے یہ کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

## بدنگاہی اتفاقاً معاف، قصداً حرام ہے

(۱۸) **فرمایا کہ:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے پاکیزہ قلب صحابیؓ کے لئے فرمایا کہ اے علیؓ! اچانک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا، کیونکہ پہلی تو اچانک ہونے کی وجہ سے معاف ہے مگر دوسری جو قصداً ہوگی وہ حرام ہے، اور حدیثِ شریف کے مبارک الفاظ یہ ہیں: يَاعَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ یعنی پہلی نگاہ تمہارے لئے ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں، لیکن اگر دوسری نگاہ ڈالی اور پہلی کو باقی رکھا تو یہ فعل گناہ اور قابلِ مواخذہ ہے۔

دیکھئے! جو نگاہ اتفاقی طور پر بے خبری میں پڑ جاتی ہے، چونکہ یہ غیر اختیاری ہوتی ہے، اس میں شہوت یا کسی غلط ارادہ کا کوئی دخل نہیں رہتا، اس لئے پہلی نگاہ معاف ہے، (پھر اگر وہ نامحرم لڑکی جس پر نگاہ پڑی) آنکھوں کو اچھی معلوم ہوئی تو لذت کی غرض سے دوبارہ اس پر نگاہ ڈالنا یہ چونکہ ایک اختیاری فعل ہے، اس لئے شریعت نے روک دیا کہ نگاہ ملا کر گھورنا یا آہستہ آہستہ چوری سے نگاہ ڈالنا دونوں صورتیں تمہارے لئے ناجائز اور حرام ہیں، آج ہماری حالت یہ ہے کہ کوئی بدصورت یا بوڑھی عورت سامنے آئے تو یہاں ہم بڑے نیک اور

متقی بنے رہتے ہیں کہ اس کی طرف نظر کرنا بھی گوارا نہیں، وہیں اگر کوئی حسین اور دلکش چہرا سامنے آجائے تو سارا تقویٰ بھول کر گھورنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نفس اور شیطان کے ہر شر سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

## محبت عورت سے یا غلاظت سے؟

(۱۹) **فرمایا کہ**: حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص اپنی اصلاحِ نفس کے سلسلہ میں ایک بزرگ کی خدمت میں رہنے لگا، جب جب بھی شیخ کی خادمہ اس کے لئے کھانا لے آتی تو یہ مرید اس پر حرام نگاہ ڈالا کرتا تھا شیخ نے فراستِ ایمانی سے معلوم کرلیا کہ یہ بدنگاہی کی ظلمت میں مبتلاء ہوگیا ہے ــــــ کیونکہ اللہ والوں کو منجانب اللہ یہ انعام ملتا ہے کہ وہ فراستِ ایمانی سے ایسی باتیں سمجھ لیتے ہیں جو عام آدمی ان کو سمجھ نہیں سکتے، اسی لئے حدیثِ پاک ــــــ میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ مومن کی فراست سے بچو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کی مبارک مجلس میں ایک نوجوان آیا، راستہ میں اس نے بدنگاہی کا ارتکاب کیا تھا، جب حضرت عثمان غنیؓ کی مبارک نگاہ اس نوجوان پر پڑی تو اپنی فراستِ ایمانی سے سمجھ گئے اور فرمانے لگے کہ "لوگوں کا کیا حال ہے؟ ہماری مجلسوں میں چلے آتے ہیں، حالاں کہ ان کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے"، یعنی مطلب یہ ہے کہ کسی نامحرم لڑکی کو لذت حاصل کرنے کی غرض سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے، جیسا کہ حدیثِ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: اَلْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَا هُمَا اَلنَّظْرُ یعنی آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے۔ چنانچہ وہ بزرگ سمجھ گئے کہ میرا یہ مرید خادمہ کے عشق میں مبتلاء ہوگیا ہے ــــــ اب انہوں نے باوجود علم کے نہ اپنے اس علم کا اظہار کیا اور نہ مرید کو ڈانٹا بلکہ خاموشی کے ساتھ

عاشق کا علاج اس طرح کیا کہ اپنی خادمہ کو اسہال (پاخانہ کی دوائی کچھ زیادہ مقدار میں) دے دی اور خادمہ کو حکم دیا کہ تجھ کو جس قدر دست ہوں سب کو ایک بڑے طشت اور شین میں جمع کرتی رہنا، چنانچہ اس کو اتنی کثرت سے دست آئے کہ وہ انتہائی کمزور اور لاغر ہوگئی، اس کے چہرے کی ساری رونق جاتی رہی، رخسار اندر چپک گئے اور اس کی آنکھیں دھنس گئیں، خادمہ کا حسین چہرہ اب خوفناک دکھائی دینے لگا، چنانچہ شیخ نے اب خادمہ کو حکم دیا کہ مرید کے پاس کھانا لے جاؤ اور خود مخفی طور پر اپنے مرید کی حالت دیکھتے رہے کہ اب وہ کیا کرتا ہے؟ جیسے ہی خادمہ لڑکھڑاتی ہوئی کھانا لے کر پہونچی اور مرید نے اس پر ایک نگاہ ڈالی تو نفرت سے اپنا چہرہ اس کی جانب سے پھیر لیا۔ شیخ نے یہ حالت دیکھ کر فوراً مرید کو پکڑ لیا کہ اے بیوقوف! آج تو نے اس خادمہ سے اپنا رُخ کیوں پھیر لیا؟ بتا آج اس کے چہرے سے کیا چیز کم ہوگئی ہے کہ تیرا عشق اتر گیا؟ پھر شیخ نے خادمہ کو حکم دیا کہ اب وہ طشت اٹھا لا جس میں تُو نے اپنے پاخانے جمع کئے ہیں، جب اس نے پائخانے سے بھرا ہوا طشت لا کر مرید کے سامنے رکھا تو مرید نے اپنی ناک بند کر لی اور کراہت سے اس کو متلی آنے لگے۔ شیخ نے مرید سے فرمایا کہ او بے وقوف! اس خادمہ کے چہرے اور جسم سے سوائے اس پاخانے کے اور تو کوئی چیز خارج نہیں ہوئی جس کے نکلتے ہی تیرا سارا عشق ہَوا ہو گیا۔ درحقیقت تیرا معشوق تو بس یہی پائخانہ تھا، اب اس سے نفرت کیوں کر رہا ہے؟ اُٹھا لے اپنے معشوق کو۔

## بدنگاہی اور سوءِ خاتمہ

(۲۰) **فرمایا کہ:** عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدنگاہی ایک ایسا مہلک مرض ہے کہ جس میں مبتلاء ہو کر بہت سے لوگ آخری سانس تک بھی خلاصی نہ پا سکے اور موت کے وقت کلمہ کے بجائے منہ سے کچھ اور نکل گیا اور کفر پر مر گئے۔ العیاذ باللہ

## بدنگاہی سے بچنے کی تدابیر

(۲۱) **فرمایا کہ:** سیدی ومرشدی محی السنہ حضرت والا ہردوئی نوراللہ مرقدہٗ مجالسِ ابرار حصہ اوّل میں فرماتے ہیں کہ جن کو بدنگاہی کا مرض شدید ہو وہ جب گھروں سے نکلیں تو باوضو ہوکر دو رکعت نفل نماز حفاظت کی نیت سے پڑھ کر حفاظت کی دُعا مانگ کر نکلیں، پھر بھی اگر کچھ کوتاہیاں ہوگئیں یعنی گوشۂ چشم سے بھی دیکھ لیا ہو یا لباس کے اوپر نظر پڑ گئی ہو یا کانوں نے ان کی گفتگو سے لذت حاصل کرلی ہو تو گھر واپس آکر چار رکعات نفل ۲، ۲ توبہ کی نیت سے پڑھ کر استغفار کرلیا کریں، تضرع اور الحاح کے ساتھ اور استقامت واصلاح کی تکمیل کی دُعا کرلیا کریں اور حسبِ ذیل ہدایات کو روزمرّہ ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں، جس کے کل سات نمبر ہیں۔

(۱) جس وقت مستورات کا گذر ہو، اہتمام سے نگاہ کو نیچی رکھنا خواہ کتنا ہی نفس کا تقاضا دیکھنے کا ہو جیسا کہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ کا ارشاد ہے ؎

دین کا دیکھ ہے خطر اٹھنے نہ پاوے ہاں نظر
کوئے بتاں میں تُو اگر جائے تو سر جھکائے جا

(۲) اگر نگاہ اٹھ جائے اور کسی پر پڑ جاوے تو فوراً نگاہ کو نیچی کرلینا خواہ کتنی ہی گرانی ہو، خواہ دم نکل جاوے۔

(۳) یہ سوچنا کہ نگاہ کی حفاظت نہ کرنے سے دنیا میں ذلت کا اندیشہ ہے، طاعات کا نور سلب ہوجاتا ہے، آخرت کی تباہی یقینی ہے۔

(۴) بدنگاہی پر کم از کم چار رکعات نفل پڑھنے کا اہتمام اور کچھ نہ کچھ حسبِ گنجائش خیرات کرے اور کثرت سے استغفار کرے۔

(۵) یہ سوچنا کہ بدنگاہی کی ظلمت سے قلب ستیاناس ہوجاتا ہے اور یہ ظلمت بہت دیر

میں دُور ہوتی ہے، حتیٰ کہ جب تک بار بار نگاہ کی حفاظت نہ کی جائے، باوجود تقاضے کے اس وقت تک قلب صاف نہیں ہوتا۔

(۶) یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے میلان، پھر میلان سے محبت اور محبت سے عشق پیدا ہوجاتا ہے اور ناجائز عشق سے دنیا وآخرت دونوں تباہ ہوجاتی ہیں۔

(۷) یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے طاعات، ذکر، شغل سے رفتہ رفتہ رغبت کم ہوتی جاتی ہے، حتیٰ کہ ترک کی نوبت آجاتی ہے اور انجام کار نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔

## مردِ کامل کی تاثیر نظر

(۲۲) **فرمایا کہ**: خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون جو کسی زمانہ میں ''دکانِ معرفت'' کہلاتی تھی، یہاں تین بزرگ درویشانہ زندگی بسر کررہے تھے، ایک حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ، دوسرے حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ اور تیسرے سید الطائفہ قطب العالم حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ یہ تینوں اولیاء اللہ حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی کے خلفائے مجازین تھے، جن کو ''اقطابِ ثلاثہ'' کہا جاتا ہے۔ ان تین اولیاء اللہ میں حضرت مولانا شیخ محمد تھانویؒ عالمِ دین تھے اور انہوں نے ایک رسالہ لکھا جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، جو ابھی ابھی درسیات سے فارغ التحصیل ہوئے تھے، کی نظر سے گذرا جس میں کوئی بات حضرت گنگوہیؒ کو صحیح نہیں معلوم ہورہی تھی تو انہوں نے ارادہ کیا کہ اس سلسلہ میں تھانہ بھون پہنچ کر حضرت شیخ محمد تھانویؒ سے مناظرہ کروں، چنانچہ وہ مناظرہ کی نیت لے کر گنگوہ سے تھانہ بھون پہونچے اور اتفاق سے پہلی ملاقات حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے ہوگئی تو حضرت حاجی صاحبؒ نے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟ حضرت گنگوہیؒ نے جواب دیا کہ حضرت شیخ محمد تھانویؒ سے ذرا ملنا ہے، حضرت حاجی صاحبؒ نے پوچھا کہ ان سے ملاقات کی کیا بات ہے؟ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے جواب دیا کہ ان سے مناظرہ

کرنا چاہتا ہوں، اس لئے کہ انہوں نے اپنے رسالے میں ایسی بات لکھ دی ہے جو مجھے صحیح نہیں معلوم ہو رہی ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ توبہ توبہ، وہ اتنے بڑے عالمِ دین ہیں، ایسا ارادہ نہ کرنا میاں! وہ ہمارے بزرگ ہیں، بڑے ہیں، حضرت حاجی صاحبؒ بس یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی ان پر ایسی مبارک نظر پڑی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کایا ہی پلٹ دی اور بحث و مباحثہ کا اسی جگہ فیصلہ ہو گیا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فوراً فرمایا کہ ''حضرت! اگر وہ آپ کے بڑے ہیں تو میرے بھی بڑے ہیں'' چنانچہ اس کے بعد حضرت مولانا گنگوہیؒ کو حضرت حاجی صاحبؒ کے ساتھ کچھ ایسی عقیدت و محبت ہو گئی کہ ان کے دستِ مبارک پر بیعت بھی ہو گئے، تعلق مع اللہ اور نسبتِ باطنی کے نور سے ان کا قلبِ مبارک اس قدر منور ہوا کہ تھانہ بھون آئے تو تھے صرف ایک دن کے لئے مگر مسلسل بیالیس دن تک قیام فرمالیا، پھر جب گنگوہ واپس جانے لگے تو حضرت حاجی صاحبؒ حضرت قطب الارشاد مولانا گنگوہیؒ کا ہاتھ پکڑ کر علیحدہ لے گئے اور فرمایا کہ ''اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اس کو بیعت کر لینا'' اس پر حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ''حضرت! مجھ سے کون درخواست کرے گا؟'' تو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ''تمہیں کیا، جو کہتا ہوں وہ کرنا''۔

## شیخ کی توجہات اور دعاؤں کی برکت

(۲۳) **فرمایا کہ:** حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے بیعت و تلقین کی اجازت دے دی تو ایک زمانۂ دراز تک حضرت حاجی صاحبؒ کو کوئی خط بھی نہیں لکھا۔ ایک عجیب استغراقی کیفیت ان پر طاری رہی، خود حضرت حاجی صاحبؒ نے خط لکھا کہ ''مدت ہوئی آں عزیز کی کوئی خیریت مجھے معلوم نہیں ہوئی، کس حالت میں ہیں اپنے حالات سے مطلع کریں''، حضرت مولانا گنگوہیؒ نے اس کے جواب میں لکھا

کہ "حضرت! میں اپنی بدحالی کا کیا حال لکھوں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے، ہاں البتہ غور کرتا ہوں تو حضرت ہی کی خصوصی توجہات اور دُعاؤں کی برکت سے تین حالتیں اپنے اندر ضرور محسوس کرتا ہوں۔ پہلی حالت یہ کہ احکامِ شرعیہ میں الحمدللہ اب کوئی اشکال باقی نہیں رہا دوسری حالت یہ کہ احکامِ شرعیہ میری طبیعتِ ثانیہ بن گئیں ہیں، یعنی جب تک شریعت کے جملہ احکام پر پورے طور پر عمل نہ کرلوں، اس وقت تک مجھے چین نہیں آتا اور تیسری حالت یہ ہے کہ مادح اور ذام دونوں یکساں نظر آتے ہیں۔ یعنی کوئی میری تعریف کرے یا میری برائی بیان کرے، دونوں میرے حق میں ایک معلوم ہوتے ہیں، نہ کسی کی تعریف کرنے سے میرا نفس پھولتا ہے اور نہ کسی کی دشمنی وعداوت سے میرے دل میں کوئی تغیر اور انقباض پیدا ہوتا ہے" جب حضرت مولانا گنگوہیؒ کا یہ جواب حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں پہونچا تو آپ نے فرمایا کہ "جو حالت انہوں نے لکھی ہے یہ تو اب تک ہمیں بھی حاصل نہیں ہوئی"۔

## تقویٰ کی دولت

(۲۴) **فرمایا کہ:** انسان صاحبِ نسبت بنے اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک یہ کہ اس کے اندر ایمان ہو اور دوسرے یہ کہ تقوے کی بھی دولت ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ یعنی اللہ کے دوست وہی ہیں جو ایمان لائے اور گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ایمان اور تقویٰ یہی وہ دو چیزیں ہیں جن سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے، خدا کا شکر ہے کہ ایمان اور اسلام کی دولت تو اللہ پاک نے ہمیں دے رکھی ہے، بس ذرا تقوے کی کمی ہے اور یہ دولت ملتی ہے اہلِ تقویٰ سے یعنی اللہ والوں کی نیک صحبت سے۔

## محبتِ الٰہی حاصل کرنے کے طریقے

(۲۵) **فرمایا کہ:** عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اللہ کی محبت دل میں پیدا ہونے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔(۱) ذکر اللہ کا اہتمام (۲) اہل اللہ کی صحبت (۳) تفکر فی خلق اللہ یعنی آسمان اور زمین کی تخلیق اور اللہ کے انعامات اور احسانات جو رات دن ہم پر ہو رہے ہیں وہ بھی سوچا کرے، تاکہ اللہ کی معرفت حاصل ہو۔

## ولایت کا دروازہ آج بھی کھلا ہے

(۲۶) فرمایا کہ: آج بھی اللہ کی دوستی کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور قیامت تک یہ دروازہ برابر کھلا ہی رہے گا، اور وہ دروازہ ہے اولیاء اللہ کی صحبت، اور قیامت تک ان شاء اللہ اولیاء اللہ دنیا میں برابر پیدا ہوتے رہیں گے۔ حکیم الامت مولانا تھانویؒ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ آیت : یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور عمل میں سچوں کے ساتھ رہو۔ جب یہ آیت قیامت تک باقی ہے تو اولیاء اللہ یعنی صادقین، متقین اور کاملین بھی برابر پیدا ہوتے رہیں گے۔ کوئی یہ کہے کہ آج حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نہ رہے، حضرت شمس الدین تبریزیؒ نہ رہے، حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ نہیں رہے تو یہ اصل میں ہماری عقل، سمجھ اور آنکھ کا قصور ہے، ورنہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی آیت برابر اعلان کر رہی ہے کہ قیامت تک دنیا میں ایسے اولیاء اللہ کا وجود باقی رہے گا جو نیت و ارادے کے بھی سچے ہوں گے اور قول و فعل کے بھی سچے ہوں گے۔

## دو چار منٹ کی تکلیف باعثِ ثوابِ آخرت

(۲۷) فرمایا کہ: حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک عالم صاحب نے اپنا حال لکھا کہ حضرت! میں ایک عجیب بیماری میں مبتلا ہوں، وہ یہ کہ کسی اجنبی عورت (لڑکی) پر میری نگاہ پڑ جاتی ہے تو نگاہ ڈالنے کی طاقت تو میرے اندر ہوتی ہے، مگر نگاہ ہٹانا میرے بس میں نہیں رہتا، بس نظریں جمی رہتی ہیں، گھورتا ہی رہ جاتا ہوں، بتائیے کہ ان حالات میں

کیا کروں؟ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے جواب لکھا کہ مولوی صاحب! آپ تو ماشاء اللہ پڑھے لکھے آدمی ہو، بالخصوص فلسفہ پڑھ کر ایسی باتیں لکھتے ہو؟ قدرت اور طاقت کیا ہوتی ہے؟ پہلے سمجھو، قدرت تو دو ضدوں کے جمع ہونے کو کہتے ہیں، یعنی کسی عمل پر قدرت اس کی ضد یعنی ترکِ عمل کی قدرت پر دال ہوتی ہے، تو جب نظر ڈالنے کی آپ کے اندر طاقت ہے تو نظر کو ہٹانے کی بھی ضرور طاقت ہے۔ پھر ان مولوی صاحب نے لکھا کہ حضرت آپ نے بالکل صحیح فرمایا، مگر ایک مشکل مجھے یہ پیش آتی ہے کہ اگر بمشکل نظر ہٹا بھی لیتا ہوں تو دل میں بڑی بے چینی پیدا ہو جاتی ہے، اسی سوچ میں پڑ جاتا ہوں کہ اگر ایک نظر دیکھ لیا ہوتا تو کیا اچھا تھا؟ نہ معلوم اس کی صورت کیسی ہوگی؟ اس کی آنکھیں کیسی ہونگی؟ اس کی ناک اور ہونٹ کیسے ہوں گے؟ اس طرح دل پر ایک چوٹ لگتی ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے لکھا کہ یہ تو بتاؤ نہ دیکھنے سے دل میں کتنی دیر تک بے چینی رہتی ہے اور اگر دیکھ لیا اور وہ خوبصورت نکلی تو پھر آگے کتنی دیر تک اس کے تصور و خیال میں تڑپنا پڑتا ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ اگر نہ دیکھوں تو دو چار منٹ تک اسی کا خیال اور حسرت رہتی ہے، پھر سکون ہو جاتا ہے، بھول جاتا ہوں، اور اگر دیکھ لیا اور اچھی لگی تو دو دن اسی کی یاد اور تصور میں گذرتے ہیں اور دل بے چین رہتا ہے۔ حضرت مولانا تھانویؒ نے لکھا کہ بھائی! جب خدا سے ڈر کر اپنے آپ کو گناہ اور بدنظری سے بچا لو تو دو چار منٹ کی یہ تکلیف ثوابِ آخرت سے بدل جاتی ہے تو یہ بہتر ہے یا گناہ میں مبتلا ہو کر دو دن تک خود کو تڑپانا بہتر ہے؟ خود ہی اسکا فیصلہ کر لو۔ بس حکیم الامتؒ کی اس مختصر سی نصیحت کے بعد انہوں نے جواب لکھا کہ حضرت اب سچی توبہ کرتا ہوں، بات اب میری سمجھ میں آ گئی۔

## اللہ تو دیکھ رہا ہے

(۲۸) **فرمایا کہ:** ایک شخص ٹرین میں سوار ہوا، اپنی جگہ پر پہونچا، سیٹ سنبھالی اور

بیٹھ گیا، دیکھا کہ ایک خوبصورت حسین وجمیل لڑکی مقابل میں بیٹھی ہے، یہ اس کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا، دفعتاً معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا باپ اس کے ساتھ ہے یا بھائی بازو بیٹھا ہے اور اس شخص کی حرکت کو دیکھ رہا ہے اور اندیشہ ہے کہ اس کی حرکت پر وہ زجر وتوبیخ کرے، لوگوں کے سامنے واویلا مچائے، جس سے اس کی عزت خطرہ میں پڑ جائے تو وہ دیکھنے والا کیا کرے گا؟ بس جس کو اللہ کا استحضار نصیب ہو وہ کیونکر بدنظری میں مبتلا ہو؟ جبکہ انسان اس حقیقت سے خوب واقف ہے کہ میں صبح سے شام تک خدا کے مقرر کردہ قوانین کو کس قدر توڑ رہا ہوں؟ اور خدا کی ذات برابر مجھے دیکھ رہی ہے، اس کی قدرت ومشیت ہر وقت میرے ساتھ ساتھ ہے، جیسا کہ قرآن کریم کہتا ہے: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ تم جہاں بھی ہو یہ نہ سمجھو کہ ہم دنیا میں آزاد ہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ ساتھ ہے اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو وہ اس کو برابر دیکھ رہا ہے، اگر روزانہ رات کو سوتے وقت پانچ منٹ اس کا مراقبہ کرلیا جائے کہ اَللّٰہُ حَاضِرِیْ، اَللّٰہُ نَاظِرِیْ، اَللّٰہُ مَعِیْ خدا کی ذات میرے گناہوں کو برابر دیکھ رہی ہے، وہ میرے کرتوتوں سے باخبر ہے، تو ان شاء اللہ گناہوں سے حفاظت رہے گی۔

## دو شکایتیں

(۲۹) **فرمایا کہ:** لوگ اکثر دو طرح کی شکایت کرتے ہیں۔ (۱) نماز میں دل نہیں لگتا۔ (۲) نظر کی حفاظت نہیں ہوتی۔ حالانکہ نماز میں دل لگانے سے دل لگتا ہے، ہمیں کوشش کرنی چاہئے، کوشش کریں گے تو ضرور لگ جائے گا، عارف باللہ حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھائی! دل تو کہیں اور لگا ہوا ہے، وہاں سے فرصت ملے تو نماز میں آئے، دل تو خرافات اور گناہوں میں لگا ہوا ہے اور کہتے ہو کہ نماز میں دل نہیں لگتا؟ آج ہمارے دلوں میں نماز کی قدر وقیمت ہی کہاں ہے؟ روزانہ پانچ وقت مسجد

کے میناروں سے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃْ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کی ندا بلند ہوتی ہے، لیکن مسلمانوں کا دل کہیں کھیل کود میں، فسق وفجور اور سیر وتفریح میں لگا رہتا ہے، وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس وقت دنیا میں کہیں فلاح ہے تو صرف نماز ہی میں ہے، یہ اعلان بالکل حق ہے، جو اس اعلان کے بعد بھی دنیا کمانے کی فکر میں لگا رہے، گناہوں کے خیالات میں ڈوبا رہے تو پھر اس کا دل نماز میں کیسے لگے گا؟

آپ دیکھ رہے ہیں کہ انسان دنیا کمانے کی فکر میں رات دن کچھ ایسا غرق رہتا ہے کہ اس میں اس کا دل خوب لگتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ دل آخر نماز میں کیوں نہیں لگتا؟ گھر میں شادی بیاہ ہو تو روپیہ پیسہ بے دریغ صرف کیا جاتا ہے، خوبصورت شامیانے لگائے جاتے ہیں، روشنیوں اور بے پردگی کا ایک سیلاب اُمڈ آتا ہے، ان سب بدعات وخرافات میں منکرات وفواحشات میں دل بڑا لگتا ہے، لیکن ایک نماز ہی بیچاری ایسی ہے کہ جس کے بارے میں لوگوں کو یہ شکایت رہتی ہے کہ اس میں دل نہیں لگتا۔ بھائی! دل لگاؤ تو تب دل لگے گا، یہ تو ہمارے اختیار کی بات ہے۔

(اور نظر کی عدم حفاظت کی شکایت پر) حدیث میں آیا ہے کہ جب صبح کرو تو شام والوں میں خود کو شمار نہ کرو، اور جب شام کرو تو صبح والوں میں خود کو شمار نہ کرو۔ کسی شخص کے بارے میں بادشاہ یہ حکم سنادے کہ کل تجھ کو پھانسی ہونی ہے، یہ رات اس کی زندگی کی آخری رات ہے، اب اس کو ایک خوبصورت اور بہترین کمرے میں رکھا گیا، قمقموں سے اس کو سجایا گیا، عمدہ عطر سے اس کو معطر کیا گیا، نفیس اور منقش قالین اس کا فرش ہے، نرم وگداز بستر وہاں موجود ہے، ایسے خوبصورت ماحول میں ایک حسین وجمیل لڑکی اس کے حوالے کی گئی کہ وہ اس کے ساتھ شب بسر کرے، موج مستی کرے، جبکہ اس کو پتہ ہے کہ کل صبح اس کو پھانسی ہونے والی ہے اور یہ اس کی زندگی کی آخری رات ہے، بھلا وہ شخص کیا اس عورت کی طرف توجہ بھی

کرے گا؟ اس عورت کا حسن و جمال، کمرے کی دلکشی ورعنائی سب پھیکے پڑ جائیں گے۔ موت کا خیال ان تمام کو ماند کر دے گا، تو جو شخص اس طرح زندگی گزارے کہ صبح ہو تو شام کا بھروسہ نہ ہو، شام ہو تو صبح کا بھروسہ نہ ہو، موت کا خیال ہر وقت دامن گیر ہو تو دنیا کی فریب کاریاں اس پر اثر انداز نہ ہوں۔

## موت کی یاد

(۳۰) **فرمایا کہ:** حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات میں یہ بات ملتی ہے کہ ایک بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ایک درویش فلاں جنگل میں رہتا ہے، عوام وخواص کا رجوع اس کے یہاں بہت ہے، بادشاہ نے زیارت کی نیت کی، درویش کے یہاں پہونچا، تو دیکھا کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں اور اس کے اہل وعیال بھی نہیں، حیران ہوا اور پوچھا آپ اس جنگل میں کیا کھاتے ہیں؟ یہاں تو کھانے کی کوئی چیز نہیں، درویش نے چنے کے دانے کی مقدار میں کچھ غذائی گولیاں دکھائیں، بادشاہ نے تعجب سے پوچھا بس یہی؟ درویش نے بادشاہ کو ایک گولی دی اور کہا کہ تم مجھے کل پھر ملنا، بادشاہ اپنے محل پہونچا اور درویش کی دی ہوئی چیز کھائی، اب اس کی قوتِ شہوانیہ خوب بھڑکی، اپنی بیویوں سے ملا، کنیزوں سے ملا مگر تسلی نہ ہوئی، خیال کیا کہ مجھ سے تو صرف ایک گولی کا بھی تحمل نہ ہو سکا، پتہ نہیں یہ فقیر اپنے پاس کتنی بیویاں اور کنیزیں رکھتا ہوگا؟ یہ تو ہر دن برابر گولیاں کھا رہا ہے، دوسرے دن بادشاہ درویش کے ہاں پہونچ کر رات کا اپنا حال سنا کر درویش سے پوچھا کہ حضرت! آپ کے اندر ایسی وہ کونسی قوت ہے جو آپ روزانہ یہ گولیاں کھا رہے ہو، بتاؤ کہ آپ کے پاس کتنی بیویاں ہیں؟ کس قدر کنیزیں ہیں؟ درویش نے کہا کہ ارے! یہ تم کیا بے کار جھگڑے میں پڑے ہو؟ پہلے ذرا اپنی فکر تو کرو، چالیس دن میں تمہاری موت آنے والی ہے، بادشاہ نے جب یہ بات سنی تو اس کے ہوش اڑ گئے، چہرہ فق ہو گیا، انتہائی بدحواس

اور متفکر بن کر اپنے لئے درویش سے دعا کرائی اور وہاں سے واپس ہونے لگا تو درویش نے چالیس گولیاں بادشاہ کے حوالہ کر کے یہ تاکید کر دی کہ دیکھو، روزانہ اس میں سے ایک ایک گولی کھا لینا، اگر نہ کھایا تو دو دن بھی تم زندہ نہ رہو گے، چنانچہ بادشاہ وہ گولیاں درویش سے حاصل کر کے اپنے محل پہونچا، میٹنگیں، مجلسیں شروع ہو گئیں، وزراء کو اور متعلقہ افراد کو ہدایات دینے لگا، وصیتیں لکھوانے لگا، اپنے بعد سلطنت کی باگ دوڑ اور انتظام وانصرام میں مصروف ہو گیا، رات کو جب اپنے حرم میں جاتا تو نیند ہی نہیں آتی، کھانے پر بیٹھتا تو بھوک ہی نہیں، بہر حال! خدا خدا کر کے چالیس روز پورے ہوئے، نہ آنکھوں میں نیند اور نہ پیٹ میں دانہ، درویش کی ہدایت تھی اس لئے اس کی دی ہوئی گولی روزانہ ایک منہ میں ڈال لیتا اور بس، جب اکتالیسواں دن بھی بعافیت پورا ہوا تو بادشاہ کو تشویش ہوئی اور وہ درویش کے یہاں حاضر ہوا اور پوچھا کہ حضرت! چالیس دن تو پورے ہوئے اور میں بعافیت ہوں، درویش نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ آنکھیں دھنسی ہوئی، بالکل لاغر ونحیف جسم لئے بادشاہ کھڑا ہے، پوچھا کہ جو گولیاں میں نے تمہارے حوالے کی تھیں وہ کیا ہوئے؟ بادشاہ نے کہا کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں روزانہ ایک ایک کھا کر میں نے سب ختم کر دیے، درویش نے سوال کیا نفسانی خواہش کی تکمیل کتنے کتنے دفعہ کی؟ جواب ملا اجی اس کا تو خیال ہی نہ ہوا، بس موت ہی موت تھی، دن گنے جا رہا تھا، درویش نے کہا کہ بھائی! آپ کے لئے تو میں نے چالیس دن تک کی مہلت دے رکھی تھی، مگر ادھر میری حالت یہ ہے کہ میں جب صبح کرتا ہوں تو یہ سمجھتا ہوں کہ شاید یہ میری زندگی کا آخری دن ہے اور جب رات کرتا ہوں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری زندگی کی آخری رات ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ چھوٹی سی گولی مجھے کافی ہو جاتی ہے، نہ مجھے گھر بسانے کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی پیٹ کا خیال۔ موت کی یاد اگر ہو تو نماز کا اہتمام بھی ہو اور نظر کی حفاظت بھی ہو۔

## اصلاحِ نفس کی فکر

(۳۱) **فرمایا کہ:** بزرگوں نے لکھا ہے کہ آدمی خواہ کتنا ہی متقی بن جائے، مگر نفس سے مرتے دم تک بے فکر نہ رہے۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ امّارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہو جائے تو اس سے بدگماں رہنا

ہمارے حضرت والا محی السنۃؒ نے لکھا ہے کہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اپنے نفس سے ڈرتا ہوں، کیونکہ یہ بہت خطرناک دشمن ہے۔ جیسا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا ؎

نفس کا مار سخت جان، دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل اِدھر ہوا نہیں، اس نے اُدھر ڈسا نہیں
سوچ سمجھ کر چل ذرا، سہل نہیں ہے راہِ عشق
دیکھ سنبھل کر رکھ قدم، چوکا کہ بس گرا نہیں

نفس کو ترک کرنا یعنی اپنی تمام خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے تابع کر دینا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی سنت ہے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا، مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے داہنا قدم رکھنا، مسواک کرنا تو ہم لوگ سنت سمجھتے ہیں، مگر اصلاحِ نفس کی جیسی فکر اور کوشش چاہئے وہ ہم میں نہیں ہے، حالاں کہ یہ عظیم سنت ہے تمام انبیاء و مرسلین کی اور یہ سیرت ہے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاءِ صالحین کی۔

## اتباعِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخشش کا ذریعہ

(۳۲) **فرمایا کہ:** ہمارے حضرت والا مولانا ہردوئی نور اللہ مرقدہٗ نے اتباعِ سنت

پر بہت زور دیا ہے، اصلاحِ نفس کے لئے یہ ایسا آسان طریقہ ہے کہ جس کے ذریعہ انسان منزلِ مقصود کو بآسانی پہنچ جاتا ہے، اس لئے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ (اے پیغمبر!) آپ لوگوں سے فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف فرمادیں گے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔ (آل عمران آیت: ۳۱)

## ایک اہم بات

(۳۳) **فرمایا کہ:** تذکرۃ الرشید میں حضرت مولانا گنگوہیؒ نے اپنے استاذ کا یہ مقولہ نقل فرمایا ہے "جس قدر اپنے نفس سے دوری ہے، اسی قدر قرب حق تعالیٰ سے حاصل ہے"۔

## روحانی اصلاح کے چار اصول

(۳۴) **فرمایا کہ:** انسان کی تربیت اور اصلاح کے لئے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے چار اصول بیان فرماتے ہیں، اطلاع، اتباع، اعتقاد اور انقیاد۔ ان میں دو چیزیں اطلاعِ حالات اور اتباعِ تعلیمات یعنی اپنے حالات کی برابر شیخ کو اطلاع کرنا اور پھر شیخ کی ہدایات پر پوری طرح سے عمل کرنا مرید کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے ان چاروں اصول کو اپنے کلام میں یوں ذکر فرمایا ہے ؎

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لئے
اتباع و اطلاع و اعتقاد و انقیاد

اس شعر کی دلنشیں تشریح حضرت والا محی السنۃؒ اپنے ایک وعظ میں یوں فرمارہے ہیں "انسان جب کسی ڈاکٹر سے اپنا علاج کراتا ہے تو وہ اسی ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے جس سے اس کو اعتقاد ہو، اس نے کہا کہ جانچ کراؤ خون کی فلاں فلاں چیز، تو اب اس کی بات کو مانتا

ہے اور جا کر جانچ کراتا ہے، یہ انقیاد ہے۔ جب خون کی رپورٹ آ گئی تو ڈاکٹر دوا تجویز کرتا ہے، تو اس کو استعمال کرنا یہ اتباع ہے۔ پھر دوا استعمال کرتا رہے اور صورتِ حال کی اطلاع بھی ڈاکٹر کو کرتا رہے، بس جس طرح یہ چار چیزیں جسمانی علاج کے لئے ضروری ہیں، ان پر عمل کیے بغیر جسمانی صحت مشکل ہے، اسی طرح روحانی اصلاح کے لئے بھی انہی چار چیزوں کی ضرورت ہے، اس پر عمل کیے بغیر روحانی صحت بھی عادتاً محال ہے''۔

## اللہ تک پہونچنے کے چار مختلف راستے

(۳۵) **فرمایا کہ:** جس طرح دنیا میں جسمانی امراض کا علاج مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے، کوئی اپنے مرض کے علاج کے لئے حکیم کے پاس جاتا ہے تو کوئی ایلو پیتھک ڈاکٹر سے رجوع ہوتا ہے، کوئی آئیر ویدک ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے تو کوئی ہومیو پیتھک جاننے والوں سے یا کسی اور ماہر فن سے رجوع ہوتا ہے، اور ہر طریقۂ علاج اپنے دوسرے طریقہ سے جدا ہوتا ہے، جیسے کوئی بخار اور نزلہ کا مریض کسی حکیم کے پاس جائے تو وہ اس کو جوشاندہ پلا کر جڑی بوٹیوں کے ذریعہ علاج کرے گا اور وہی مریض کسی ڈاکٹر کی طرف رجوع ہو تو وہ اس کو انجکشن لگوائے گا، ٹانک اور گولی دے گا، مقصد تو دونوں کا ایک ہی ہے کہ مرض زائل ہو جائے، مریض صحت مند ہو جائے، مگر راستے اور علاج کے طریقے ہر ایک کے الگ الگ ہیں، اور ہر طریقہ اپنی اپنی جگہ صحیح ہے، دنیا میں لاکھوں نہیں کروڑوں مریض صحت یاب ہو رہے ہیں۔ بالکل اسی طرح روحانی امراض کا بھی معاملہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی رحمت اور حکمت سے ایسے ایسے مقدس اولیاء اللہ بھی اس اُمت میں پیدا کیے جنہوں نے اپنی ساری زندگی اتباعِ شریعت وسنت کے ڈھانچے میں گذار دی، وہ اس درجے متبع سنت و شریعت تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کی تصویر بعد والوں کو یعنی قیامت تک دنیا میں آنے والی نسلوں کو اپنے حال سے دکھلا دی۔ چنانچہ اصلاحِ نفس کے لئے اولیاء اللہ نے علاج

کے مختلف طریقے اختیار کیے، جن میں چار سلسلوں کو دنیا میں بڑی شہرت حاصل ہوئی، چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ اور سہروردیہ، ان چاروں سلسلوں میں بزرگوں نے اپنے ذوق اور تجربے کے مطابق جو راستہ انسان کی اصلاح کے لئے زیادہ مؤثر سمجھا اس پر اپنے مریدین کو چلا کر خدا تک پہونچا دیا۔ پہلا طریقہ چشتیہ ہے، اس کے بانی (ہندوستان میں) حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتیؒ ہیں، انہوں نے اپنے مریدین کے لئے اصلاح نفس کا جو طریقہ مناسب سمجھا وہ چشتی طریقہ کہلاتا ہے۔ دوسرا طریقہ نقشبندیہ ہے؛ اس کے بانی حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ ہیں، انہوں نے اپنے مریدین و منتسبین کے لئے جو طریقہ تجویز فرمایا تھا اس کو نقشبندی طریقہ کہا جاتا ہے۔ تیسرا طریقہ قادریہ ہے؛ اس کے بانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔ مریدین کے لئے ان کے تجویز کردہ طریقہ کو قادریہ کہا جاتا ہے۔ اور چوتھا طریقہ سہروردیہ ہے، اس کا انتساب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی طرف ہے اور یہ حضرت مصلح الدین شیخ سعدی شیرازیؒ کے پیر تھے۔ چنانچہ یہ چاروں طریقے کوئی چار دین یا چار الگ مذہب نہیں بلکہ ایک ہی منزل یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے چار مختلف راستے ہیں، سالک جب اپنے شیخ کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے یعنی اپنی وہ تمام خواہشاتِ نفسانیہ، جو اس کو خدا کی ناراضگی و نافرمانی میں مبتلاء کر دیتی ہیں، کا گلا گھونٹ دیتا ہے تو تب اس کی رسائی خدا تک ہوتی ہے اور پھر اس کی زندگی میں خود بخود ایک اسلامی، ایمانی، روحانی اور قرآنی انقلاب پیدا ہوتا ہے۔

## نفس کی اتباع چھوڑ دو

(۳۶) **فرمایا کہ:** حدیثِ پاک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اَعْدٰی عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْكَ یعنی تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا وہ نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ انسان جب خواہشاتِ نفسانی کا اتباع

کرتا ہے تو ایسا شخص شریعت کا اتباع چھوڑ دیتا ہے، دراصل یہی خواہشاتِ نفسانی اللہ تعالیٰ کی راہ میں سدِراہ ہیں، اگر ان کو سختی کے ساتھ چھوڑ دے تو پھر آدمی خدا تک پہنچ جاتا ہے، ایک بزرگ یوں فرماتے ہیں ؎

یَعْلَمُ اللہ تا بہ جاناں دو قدم رہ بیش نیست
آں یکے بر نفس خود نہ واں دگر در کوئے دوست

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ محبوبِ حقیقی تک پہونچانے والا راستہ صرف دو قدم سے زیادہ نہیں ہے، پہلا قدم اپنے نفس پر رکھو اور دوسرا قدم محبوبِ حقیقی کی گلی میں رکھ دو۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے حق تعالیٰ شانہٗ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ یا اللہ! آپ تک پہنچنے کا قریبی راستہ کونسا ہے؟ مجھے بتلا دیجئے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے ارشاد ہوا: دَعْ نَفْسَکَ وَ تعالَ اپنے نفس کو چھوڑ دو ہم تک پہنچ جاؤ گے، یعنی خودی و خود بینی کو چھوڑ کر ہماری طرف چلے آؤ۔

## دو گرانقدر نصیحتیں

(۳۷) **فرمایا کہ:** حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ نے اپنے شیخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی دو گرانقدر نصیحتیں جو آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، اپنے اشعار میں کچھ اس طرح ذکر فرما رہے ہیں ؎

مرا پیر دانائے مُرشد شہابؒ
دو اندر زفرمود بر روئے آب

میرے شیخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے مجھے دو قیمتی نصیحتیں فرمائی۔

یکے آنکہ برخویش خود بیں مباش
دوم آنکہ بر غیر بدبیں مباش

پہلی نصیحت تو یہ فرمائی کہ اپنے اوپر استحسان کی نظر نہ ڈالو کہ میرے اندر یہ کمال ہے، میرے اندر یہ ہنر ہے، میں دوسروں سے اچھا ہوں، کیونکہ انسان جب اپنے کمالات پر نظر ڈالتا ہے تو اس کے نتیجے میں وہ کبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ کسی کو حقیر نظر سے نہ دیکھو، یعنی خود کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھو اور دوسروں کو اپنے سے کمتر نہ سمجھو۔

## نفس کی مخالفت

(۳۸) **فرمایا کہ:** حضرت جنید بغدادیؒ نے اپنا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک رات مجھے نیند نہیں آئی تو بستر سے اٹھ کر ذکر اللہ میں مشغول ہو گیا، مگر حلاوت محسوس نہ ہوئی جو اور دنوں میں محسوس ہوا کرتی تھی۔ میں نے چاہا کہ سو جاؤں مگر نیند ہی غائب تھی، اُٹھ کر بیٹھتا ہوں تو مجھ سے بیٹھا بھی نہیں گیا، آخر گھر کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ وہ چادر اوڑھے ہوئے گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے، جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا تو پوچھا کہ جنید! اس وقت کہاں؟ میں نے جواب دیا کہ بس ویسے ہی باہر نکل آیا ہوں، اس نے کہا کہ یہ بات ہرگز نہیں بلکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی تھی کہ یا اللہ! حضرت جنید کے قلب کو میری جانب متوجہ فرما دیجئے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص سے پوچھا کہ آخر آپ کو اس وقت مجھے یاد کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اس نے کہا کہ بس آپ سے میرا ایک سوال ہے، اس کو ذرا حل فرما دیجئے وہ سوال یہ ہے مَتیٰ یَصِیرُ دَاءُ النَّفْسِ دَوَاهَا؟ نفس کی بیماری یعنی نفس کے غلط تقاضے خود اس نفس کے حق میں دوا کب ثابت ہوتے ہیں؟ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے فوراً یہ جواب ڈال دیا: میں نے کہا اِذَا خَالَفَتِ النَّفْسُ هَوَاهَا یعنی جب انسان اپنی خواہش نفس کی مخالفت کرتا ہے تو اس کی

وہی بیماری خود اس کے حق میں دوا اور شفاء بن جاتی ہے۔ میرے اس جواب کو سن کر اُس اجنبی نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا کہ اے نفس! کیا تو نے حضرت جنیدؒ کی زبان سے جواب سُن لیا؟ ارے میں نے تو سات مرتبہ تجھ کو یہی جواب دیا تھا لیکن تو نے میری بات نہیں مانی اور یہی ضد کرتا رہا کہ اگر حضرت جنیدؒ بتادیں گے تو تب مانوں گا، دیکھ حضرت جنیدؒ بھی وہی کہہ رہے ہیں جو میں نے تجھے کہا تھا، یہ کہہ کر وہ اجنبی چلا گیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اس شخص سے نہ میں پہلے واقف تھا اور نہ بعد ہی واقف ہوسکا کہ یہ کون تھا، کہاں سے آیا تھا اور کہاں چلا گیا؟

## اکابر کی بے نفسی اور تواضع

**(۳۹) فرمایا کہ:** اپنے نفس کو مٹانا یہی سلوک کا حاصل ہے۔ اللہ والوں نے اپنے کو اس درجہ مٹایا ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کی کیا ہی عظیم شخصیت تھی؟ مجددِ زمانہ، ڈیڑھ ہزار سے زیادہ کتابوں کے مصنف، بڑے بڑے مشہور علماء ومشائخ کے شیخ، مگر اپنے بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو ہر مسلمان سے فی الحال اور ہر کافر سے فی المآل کمتر سمجھتا ہوں۔ اور ایک موقع پر یوں بھی فرمایا ہے کہ میں روزہ سے ہوں اور میں بہ قسم کہتا ہوں کہ دُنیا میں مجھے اپنے سے زیادہ گنہگار کوئی نظر نہیں آتا۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ مسجد میں تھے، کسی نے یہ اعلان کیا کہ اس مسجد میں جو سب سے زیادہ بدترین اور گنہگار ہو وہ مسجد سے باہر نکل جائے، اس وقت مسجد میں جس قدر نمازی تھے ان میں سب سے زیادہ نیک اور متقی تو حضرت جنید بغدادیؒ ہی تھے، چنانچہ اس اعلان کو جب انہوں نے سنا تو فوراً مسجد سے باہر آکر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ گنہگار تو میں ہی ہوں۔ کسی نے ان کے شیخ حضرت سری سقطیؒ کو جا کر خبر دی کہ آج مسجد میں یہ واقعہ پیش آیا، حضرت جنیدؒ نے یہ کام کیا ہے تو

انہوں نے سن کر فرمایا کہ آج جنید کا جو نام روشن ہے اسی بے نفسی اور تواضع نے انہیں اس مرتبہ اور مقام پر پہونچایا ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

ازیں برملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

حضراتِ اولیاء اللہ کا مرتبہ اور مقام فرشتوں سے بھی بلند اسی لئے ہے کہ وہ اپنے کو کتے سے بھی بہتر نہیں سمجھا کرتے۔

حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ گلستاں میں حضرت غوثِ اعظمؒ کا واقعہ لکھتے ہیں۔ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ را دیدند در حرمِ کعبہ روئے بر حصا نہادہ بود و می گفت اے خداوند! ببخشائے واگر مستوجبِ عقوبتم مرا روز قیامت نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نہ باشم۔ سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے دیکھا کہ حرمِ شریف (مطاف) کی کنکریوں پر اپنی مبارک پیشانی رکھے ہوئے تھے اور (روتے ہوئے) یہ کہہ رہے تھے کہ اے پروردگار! مجھے بخش دیجئے اور اگر میں سزا ہی کا مستحق ہوں تو مجھے قیامت کے دن نابینا اُٹھایئے تاکہ نیک لوگوں کے اجر و ثواب کو دیکھ کر مجھے حسرت اور شرمندگی نہ ہو۔

## تصوف کا نچوڑ

(۴۰) **فرمایا کہ:** حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک وعظ ''التقویٰ'' میں ایک بڑی قیمتی بات بتائی ہے جو پورے تصوف اور طریقت کا نچوڑ اور خلاصہ ہے، چنانچہ حکیم الامتؒ فرماتے ہیں:

''وہ ذرا سی بات جو حاصل ہے تصوف کا، یہ ہے کہ جب کسی طاعت کے ادا کرنے میں سستی محسوس ہو تو اس سستی کا مقابلہ کر کے اس طاعت کو انجام دے، اور جب کسی گناہ کا تقاضا پیدا ہو تو تقاضے کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچے۔ جس کو یہ بات حاصل ہوگئی اس کو پھر کچھ بھی

ضرورت نہیں، کیونکہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی اس کی محافظ ہے، اور یہی اس کو بڑھانے والی ہے''۔

## تمام اعمالِ صالحہ کا مغز

(۴۱) **فرمایا کہ:** حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے ملفوظات میں کہیں میں نے پڑھا ہے کہ تمام اعمالِ صالحہ کا مغز یہ ہے کہ نفس کو جانوروں کی طرح آزاد نہ چھوڑا جائے بلکہ اس کو احکامِ شرعیہ کا پابند بنایا جائے، اسی کا نام صبر ہے، جس کی تاکید وتلقین سورۃ العصر میں یوں کی گئی ہے: وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔

## مرتے دم تک نفس سے بے فکر نہ رہیں

(۴۲) **فرمایا کہ:** ہر انسان کا نفس جس کا خمیر چار عنصر آگ، پانی، مٹی اور ہوا سے بنا ہے، وہ تو اپنی فطرت سے ہر انسان کو گناہوں کی طرف مائل کرتا رہتا ہے۔ اسی کو قرآن کریم نے اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ فرمایا، یعنی نفسِ امارہ انسان کو بُرے کاموں کی طرف بلانے اور اس میں مبتلا کرنے کا داعی ہوتا ہے، مگر ایمان اور عملِ صالح یعنی تقویٰ، طہارت، ریاضت ومجاہدہ سے یہ نفس لوّامہ بنتا ہے، یعنی گناہوں پر ندامت اور شرمندگی پیدا ہونے لگتی ہے، مگر پھر بھی انسان مرتے دم تک نفس سے بے فکر نہ رہے۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرماتے ہیں ؎

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ امارہ کا اے زاہد!
فرشتہ بھی یہ ہوجائے تو اس سے بدگماں رہنا

## نفس انسانی کی تین حالتیں

(۴۳) **فرمایا کہ:** نفس وشیطان یہ دونوں انسان کے بدترین دشمن ہیں، شیطان انسان کا خارجی دشمن ہے، باہر سے حملہ کرتا ہے، یعنی دل میں گناہ کی خواہش ڈالتا ہے اور نفس داخلی دشمن ہے، بار بار گناہوں کی خواہشات پیدا کرتا رہتا ہے۔ حکیم الامت مولانا تھانویؒ

نے لکھا ہے کہ جب اچانک دل میں گناہ کی خواہش پیدا ہو تو سمجھ لو یہ شیطانی خواہش ہے، اور جب دل میں بار بار گناہوں کے تقاضے ہونے لگیں تو سمجھ لو یہ نفسانی تقاضے ہیں۔ پھر دیکھئے انسان کے ساتھ شیطان کی دشمنی اور عداوت دائمی ہے۔ قرآن کریم نے کہا: اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ (سورۂ یوسف) اس میں اصلاح کی ہدایت کی اور قبولِ حق کی صلاحیت ہی نہیں ہے، مگر نفس کی دشمنی محض عارضی ہے، اس میں اصلاح اور عمل صالح کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے، جب انسان کی صحیح تعلیم وتربیت کے ذریعہ نفس مزکی بن جائے تو یہ نفسِ امارہ لوّامہ میں تبدیل ہو کر اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ شریعت اس کی طبیعت بن جاتی ہے اور خلافِ شرع کاموں سے طبعی نفرت ہونے لگتی ہے تو ایسے خوش نصیب اور بابرکت نفس کا لقب ''نفسِ مطمئنہ'' ہے، یعنی مومن جب ریاضات ومجاہدات کر کے اپنی بُری عادات اور اخلاقِ رذیلہ کو اخلاقِ حسنہ کے ساتھ بدل لیتا ہے، اطاعتِ حق اور ذکر اللہ اس کا مزاج اور شریعتِ اسلامیہ اس کی طبیعت بن جاتی ہے تو حدیثِ شریف میں ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو رحمت کے فرشتے جنت سے اس کے لئے سفید ریشمی کپڑے لاتے ہیں اور مومن کی روح کو خطاب کرتے ہیں: یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾ اے اطمینان والی روح! تو (اس بدن سے) اپنے پروردگار کی رحمت کی طرف چل، اس طرح سے کہ تو اللہ سے راضی ہے اور اللہ تجھ سے راضی۔

نفسِ انسانی کی تین حالتیں تفسیر معارف القرآن میں ان الفاظ میں مذکور ہیں:

''ہر نفس انسانی کو اَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ یعنی بُرے کاموں کا حکم کرنے والا فرمایا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے ایک سوال فرمایا کہ ایسے رفیق کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کا حال یہ ہو کہ اگر تم اس کا اعزاز واکرام کرو،

کھانا کھلاؤ، کپڑے پہناؤ تو وہ تمہیں بلا اور مصیبت میں ڈال دے، اور اگر تم اس کی توہین کرو، بھوکا ننگا رکھو تو تمہارے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس سے زیادہ بُرا تو دنیا میں کوئی ساتھی ہو ہی نہیں سکتا؛ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تمہارا نفس جو تمہارے پہلو میں ہے وہ ایسا ہی ساتھی ہے''۔ (قرطبی)

ایک حدیث میں ہے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن خود تمہارا نفس ہے جو تمہیں بُرے کاموں میں مبتلا کر کے ذلیل وخوار بھی کرتا ہے اور طرح طرح کی مصیبتوں میں بھی گرفتار کر دیتا ہے۔

بہرحال نفسِ انسانی بُرے ہی کاموں کا تقاضا کرتا ہے، لیکن سورۂ قیامہ میں اسی نفسِ انسانی کو لوّامہ کا لقب دے کر اس کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ رب العزت نے اس کی قسم کھائی ہے لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝۱ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲ اور سورۂ والفجر میں اسی نفسِ انسانی کو نفسِ مطمئنّہ کا لقب دے کر جنت کی بشارت دی ہے: يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۝۲۷ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝۲۸ اس طرح نفسِ انسانی کو ایک جگہ اَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ کہا گیا، دوسری جگہ لوّامہ تیسری جگہ مطمئنّہ۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ ہر نفسِ انسانی اپنی ذات میں تو اَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ یعنی بُرے کاموں کا تقاضا کرنے والا ہے، لیکن جب انسان خدا و آخرت کے خوف سے اس کے تقاضے کو پورا نہ کرے تو اس کا نفس لوّامہ بن جاتا ہے، یعنی بُرے کاموں پر ملامت کرنے والا اور ان سے توبہ کرنے والا، جیسے عام صلحاءِ اُمت کے نفوس ہیں۔ اور جب کوئی انسان نفس کے خلاف مجاہدہ کرتے کرتے اپنے نفس کو اس حالت میں پہونچا دے کہ بُرے کاموں کا تقاضا ہی اس میں نہ رہے، تو وہ نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے، صلحاءِ اُمت کو یہ حال مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہو سکتا ہے، اور پھر بھی اس حالت کا ہمیشہ قائم رہنا یقینی نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم السلام کو خود بخود عطاءِ خداوندی سے

ایسا ہی نفسِ مطمئنہ بغیر کسی سابقہ مجاہدہ کے نصیب ہوتا ہے، اور وہ ہمیشہ اسی حالت پر رہتا ہے، اس طرح نفس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین طرح کے افعال اس کی طرف منسوب کئے گئے ہیں"۔ (تفسیر معارف القرآن جلد پنجم صفحہ: ۷۵)

## حضرت گنگوہیؒ کا ایک اہم ارشاد

(۴۴) **فرمایا کہ:** حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس کو تمام عمر کام کر کے ایک مدتِ دراز کے بعد یہ بات حاصل ہو جائے کہ مجھے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ مبارک ہے وہ شخص جو عمر بھر اسی فکر و تردّد میں لگا رہے کہ میری حالت اچھی ہے یا بُری؟

## حضرت حاجی صاحبؒ کا حکیمانہ اندازِ تربیت

(۴۵) **فرمایا کہ:** جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو بیعت فرما لیا تو حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ حضرت! مجھ سے کسی قسم کے اوراد و وظائف ہو نہیں سکتے، اس لئے آپ مجھے ذکر و شغل کا حکم نہ فرمائیں، حضرت حاجی صاحبؒ نے تبسم کے ساتھ فرمایا کہ ٹھیک ہے، مگر صرف تین دن یہاں ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ جب رات کو تہجد کا وقت آیا تو دیکھا کہ خانقاہ میں لوگ اٹھ کر تہجد ادا کر رہے ہیں اور خانقاہ میں لا الٰہ الاّ اللہ کا ورد ہو رہا ہے تو حضرت گنگوہیؒ کو حیا آئی، مجبوراً خود بھی اٹھ کر نمازِ تہجد اور ذکر اللہ میں مشغول ہو گئے، دوسری رات پھر یہی حالت ہوئی اور تیسری رات سب سے پہلے خود ہی تہجد کے لئے اٹھ گئے، جب اس طرح تین دن گذر گئے تو حضرت حاجی صاحبؒ سے کہنے لگے کہ حضرت! آپ نے تو مجھ سے سب کچھ کروا کر میری زندگی ہی کو بدل ڈالا، حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی! میں نے ذکر و اذکار کے لئے تم سے کہا نہیں، اب تم چاہو تو جا سکتے ہو، حضرت مولانا گنگوہیؒ نے جواب میں فرمایا کہ حضرت! اب میں کہاں جاؤں؟ اب تو مر مٹا، چنانچہ

آگے چالیس دن حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں گزار کر جب یہ گنگوہ جانے لگے تو حضرت حاجی صاحبؒ نے انہیں اجازت وخلافت عطا فرمادی، یعنی فرمایا کہ میاں مولوی رشید احمد! جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ میں نے آپ کو دے دی، آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُس وقت تو مجھے تعجب ہوا کہ حضرت کیا فرماتے ہیں؟ وہ کونسی چیز ہے جو حضرت کو حق تعالیٰ نے دی تھی اور مجھے عطا ہوئی، آخر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ کیا تھی؟

## پریشانی کے ازالہ کے لیے حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد فرمودہ وظیفہ

(۴۶) **فرمایا کہ:** حضرت مولانا گنگوہیؒ سے کوئی اپنی پریشانیوں کا ذکر کرکے تدبیر معلوم کرنا چاہتا تو فرماتے بعد نمازِ عشاء حَسْبُنَا اللّٰہ وَ نِعْمَ الْوَ کِیْلُ ۵۰۰ مرتبہ اوّل وآخر درود شریف ۱۱، ۱۱ مرتبہ پڑھ کر دعا مانگا کرو، اگر عشاء کے بعد نہ ہوسکے تو جس وقت بھی ممکن ہو، اور ایک دفعہ نہ ہوسکے تو متفرق اوقات میں اس مقدار کو پورا کرکے دعا مانگا کرو، اگر پانچ سو مرتبہ پڑھنا مشکل ہو تو ایک سو مرتبہ ضرور پڑھ لو، اگر بہت ہی زیادہ کوئی پریشانی میں مبتلا ہوتا تو تعداد اٹھا دیتے اور یوں فرمادیا کرتے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے وضو بے وضو جتنا بھی ہوسکے پڑھتے رہو۔ لکھا ہے کہ سینکڑوں نے اس پر عمل کیا اور الحمدللہ ہمیشہ کامیاب ہوئے۔ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے اور حاکم کے مہربان ہونے کے لئے حضرت گنگوہیؒ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بعد نمازِ صبح ایک سو مرتبہ اور یَا عَزِیْزُ بلا تعداد پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے۔ نیز تنگ دستی دُور ہونے کے لئے بعد نمازِ عشاء یَا بَاسِطُ گیارہ سو مرتبہ اوّل وآخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھنے کے لئے فرماتے کہ ادائے قرض اور وسعتِ رزق دونوں فائدے اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

## استغفار

(۴۷) **فرمایا کہ:** حکیم الامت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ دین اور دنیا کی حاجتوں کو حاصل کرنے کا ذریعہ استغفار ہے۔

## کسی عمل کی دوبارہ توفیق، قبولیت کی علامت ہے

(۴۸) **فرمایا کہ:** حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے کسی نے یہ سوال کیا کہ حضرت! میں اتنے دنوں سے نمازیں پڑھ رہا ہوں، معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں میری نمازیں قبول بھی ہوتی ہیں یا نہیں؟ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اگر ایک حاضری میں بادشاہ کسی پر ناراض ہوجائے تو کیا دوسری حاضری میں وہ اس کو اپنے دربار میں گھسنے دے گا؟ جب تم ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد میں آگئے اور نماز پڑھ لیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ توفیق بخشی اور مسجد پہونچ گئے تو سمجھ لو کہ الحمد للہ پہلی نماز قبول ہوگئی۔

میرے عزیز! اس قبولیت میں ہمارا اپنا کوئی کمال نہیں، توفیق کا ملنا بھی خدا ہی کی عطا ہے، اللہ والے خدا کی توفیق سے عبادتیں بھی انجام دیتے ہیں اور اوپر سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان بھی مانتے ہیں کہ پروردگار! تیرا احسانِ عظیم ہے کہ تو نے ہمیں ان عبادتوں کی توفیق بخشی، ان کی دلی حالت تو بعینہٖ یہ ہوتی ہے۔ ؎

مِنَّتْ منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی
مِنَّتْ از وشناس کہ در خدمت گذاشت است

اے شخص! (اگر تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے تو) بادشاہ پر اپنا کوئی احسان خیال نہ کر کہ میں اس کی خدمت میں مصروف ہوں، حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ کی خدمت کرنے والے تو ہزاروں لوگ موجود ہیں، یہ تو صرف بادشاہ کا تجھ پر احسانِ عظیم ہے کہ اس نے تجھے اپنی خدمت کے لئے قبول کر رکھا ہے۔

## ذکر اللہ سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ

(۴۹) **فرمایا کہ:** حضرت مولانا رومؒ نے مثنوی میں ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ دن رات ذکر اللہ اور یادِ الٰہی میں لگے رہتے تھے، اچانک ایک دن شیطان نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اے صوفی! یہ کیا کر رہا ہے؟ اتنے لمبے عرصے سے تو خدا کی یاد میں بیٹھا ہوا ہے، کیا کسی بھی دن خدا کی طرف سے لبیک کی کوئی آواز تو نے سنی ہے؟ ارے یہ بے فائدہ ذکر اور ایک طرفہ محبت سے آخر کیا حاصل؟ پتہ نہیں، تیرا یہ اللہ اللہ کہنا اللہ تعالیٰ کو پسند بھی ہے یا نہیں؟ شیطان کی ان پُرفریب باتوں سے مایوس اور افسردہ ہو کر وہ بزرگ ذکرِ الٰہی چھوڑ بیٹھے، چنانچہ ایک رات ان بزرگ نے خواب میں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ یہ پوچھ رہے ہیں کہ اے صوفی! تجھے کیا ہو گیا؟ تو نے خدا کا نام لینا کیوں چھوڑ دیا؟ ان بزرگ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کا کوئی جواب ہی مجھے نہیں آ رہا ہے، اس لئے میں نے ذکر بند کر دیا کہ میں مردود بارگاہ ہوں، میری عبادت مقبول نہیں، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے صوفی! تجھ کو اللہ نے یہ پیغام دیا ہے ؎

گفت آں اللہ تو لبیک ماست
آں نیاز و درد و سوزت پیک ماست

وہ تیرا اللہ اللہ کہنا ہی ہماری طرف سے لبیک ہے، یہ بات سمجھ لے کہ جب تیرا پہلا اللہ کہنا قبول ہو جاتا ہے، تب دوسری بار تجھے اللہ کہنے کی توفیق ملتی ہے، وہ عاجزی انکساری اور ہمارے عشق و محبت میں تیرا درد و سوز ہی ہمارا پیغام ہے۔

## جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا

(۵۰) **فرمایا کہ:** بزرگوں نے کہا ہے: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ، جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا تو اس نے اپنے پروردگار کو بھی پہچان لیا۔

## نفس وشیطان کے شر سے پناہ مانگنا چاہیے

(۵۱) **فرمایا کہ:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی وعظ کوئی خطبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں آپ نے نفس وشیطان کے شر سے اللہ کی پناہ طلب نہ کی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہر وعظ و نصیحت میں یہ پڑھا کرتے تھے وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا یعنی ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفوس کے شرور سے اور اپنے سوءِ عمل سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفس کا شر کوئی معمولی شر نہیں ہے۔ ایک دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اَللّٰھُمَّ قِنِیْ شرَ نَفْسِیْ اللہ! مجھے اپنے نفس کی بُرائی سے محفوظ رکھ۔ اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مبارک دعاؤں میں بدن کے ایک ایک عضو جیسے آنکھ، کان، زبان اور قلب وغیرہ کے شر سے بھی پناہ مانگی ہے جن سے شر کا خاص تعلق ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ایک دعا میں اللہ سے یوں فرمارہے ہیں: وَمِنْ شرِ سَمْعِیْ وَمِنْ شرِ بَصرِی، وَمِنْ شرِ لِسَانِیْ وَمِنْ شرِ قَلْبِیْ وَمِنْ شرِ مَنِیّی (یا اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں آپ سے) اپنے کانوں کی بُرائی سے اور اپنی بینائی کی بُرائی سے اور اپنی زبان کی بُرائی سے اور اپنے دل کی بُرائی سے اور اپنے مَنی کی بُرائی سے، اس دعا کے مبارک الفاظ میں غور کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کان، آنکھ، زبان اور قلب کی بُرائی کے ساتھ مَنی کے شر سے بھی پناہ مانگی ہے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں، مگر امت کی تعلیم وتربیت کے لئے وَمِنْ شرِ مَنِیّی فرما رہے ہیں تاکہ اُمت اس کو اپنا شعار بنائے کیونکہ اُمت خصوصاً نوجوان اگر مَنی کا شر نہیں پہچانیں گے تو پھر متقی کیسے بنیں گے؟ اور نفس کے فساد میں سب سے بڑا فساد آج مَنی ہی کا تو فساد ہے؟ مگر افسوس کہ آج علماء اور صلحاء اپنے وعظ وتقریر میں ان باتوں کو شرم وحیا کی وجہ سے نظر انداز کررہے ہیں اور دوسری طرف نفس وشیطان وی سی آر اور گندی فلموں کے ذریعہ ہمارے نوجوانوں کو گمراہ اور بے حیا بنارہے ہیں، حالانکہ ہمارے اسلاف اور اولیاء اللہ شرم و

حیا کو آڑ بنا کر خاموش نہیں بیٹھتے تھے بلکہ اپنی اولاد اور چھوٹوں کو باقاعدہ تقوے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد ماجدؒ نے عین وفات کے وقت یہ وصیت اور نصیحت فرمائی اور رحلت فرما گئے ؎

کہ شہوت آتش است از وے بہ پرہیز
بخود بر آتش دوزخ مکن تیز

اے بیٹے! شہوت ایک آگ ہے، اس سے پرہیز کرنا، دیکھو اس میں مبتلا ہو کر دوزخ کی آگ کو اپنے اوپر تیز نہ کرنا۔

دراں آتش نداری طاقت سوز
بصبر آبے بریں آتش زن امروز

اس لئے کہ دوزخ کی آگ اس قدر سخت ہے کہ جس کا برداشت کرنا بہت دشوار ہے، لہٰذا اس (شہوتِ دنیا کی) آگ پر آج ہی صبر وضبط کا پانی ڈال کر بجھا دو، تاکہ دوزخ کی آگ سے نجات پا سکو۔

## ظاہر کا اثر باطن پر

(۵۲) **فرمایا کہ:** حضرت سفیان ثوریؒ جو فقہ کے امام گذرے ہیں، مگر ان کا مذہب مدوّن نہیں ہو سکا، وہ فرماتے ہیں: طَلَبْنَا الْعِلْمَ لِغَیرِ اللہ فَاَبَی اَنْ یَّکُوْنَ اِلَّا لِلہِ یعنی ہم نے علمِ دین غیر اللہ (دنیا) کے لئے حاصل کیا تھا، لیکن علم نے غیر اللہ کے لئے ہونے سے انکار کر دیا، یعنی علم کی برکت سے پھر ہماری نیت بھی درست ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر کا اثر باطن پر بھی پڑتا ہے۔

## شکر وصبر

(۵۳) **فرمایا کہ:** دنیا میں مسلمان چاہے عیش وآرام میں رہے یا تکلیف ومصیبت میں رہے، ہر حالت ثواب سے خالی نہیں، اگر راحت وآرام میں خدا کا شکر بجالائے تو شکر

کا ثواب اس کو ملتا ہے اور تکلیف و مصیبت میں صبر کرے تو صبر کا ثواب اس کو ملتا ہے۔ اس طرح سے مسلمان کی ہر حالت اچھی ہے۔

## اللہ سے دوری کا کوئی بدل نہیں ہے

(۵۴) **فرمایا کہ:** مسلمان اگر خدا کی یاد اور اس کی عبادت کو چھوڑ بیٹھے تو یہ ایسا نقصانِ عظیم ہے کہ اس کا کوئی بدل دنیا و آخرت میں ہے ہی نہیں، کسی اللہ والے نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

لِکُلِّ شَیءٍ اِذَا فَارَقْتَہٗ عِوَضٌ
فَلَیْسَ لِلّٰہِ اِنْ فَارَقْتَہٗ عِوَضٌ

دنیا کے ہر نقصان کا تیرے لئے کوئی نہ کوئی بدل کسی بھی صورت میں موجود ہے، لیکن اگر (خدانہ کرے خدانہ کرے) تو اللہ سے دُور ہو گیا تو تیرے لئے اس کا کوئی بدل نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ایک مسلمان کے لئے خدا کی عبادت، اس کی یاد و محبت سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے۔

## کسی بھی گناہ اور نیکی کو چھوٹا نہ سمجھنا

(۵۵) **فرمایا کہ:** حدیثِ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے ہیں کہ اے عائشہ! کسی بھی نیک عمل کو معمولی خیال نہ کرنا، اس لئے کہ ہر نیک عمل میں مغفرت کی خاصیت ہے، اسی طرح ہر گناہ سے بچنا، کیونکہ ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

## اتباعِ سنت قربِ الٰہی کا ذریعہ

(۵۶) **فرمایا کہ:** اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اتباعِ سنت کا اہتمام انتہائی ضروری ہے، تمام اولیاء اللہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جس شخص کے اعمال و افعال

خلافِ سنت ہوں وہ اللہ کا ولی ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو آسمان پر بھی اُڑتا ہوا دیکھ کر یہ نہ سمجھ لو کہ یہ کوئی اللہ کا ولی ہے، بلکہ یہ دیکھو کہ اس کی زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتوں کا اہتمام کس قدر ہے؟

## اصل دین اتباعِ سنت ہے

(۵۷) **فرمایا کہ:** حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اصل دین بس اتباعِ سنت ہے، جس کو بھی پرکھنا ہو بس اسی معیار پر پرکھا جائے، جو آدمی اتباعِ سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرے گا، اسی قدر وہ اللہ کے نزدیک مقرب اور محبوب ہوگا، روشن دماغی اور لفاظیت چاہے اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، اور جو آدمی اتباعِ سنت سے جتنا دور ہوگا، اسی قدر وہ اللہ سے اور دین سے بھی دور ہوگا چاہے، وہ کتنا ہی بڑا محقق، مفکر، مفسر اور متکلم بن جائے۔

## حضرت جنید بغدادیؒ کا اتباعِ سنت

(۵۸) **فرمایا کہ:** حضرت جنید بغدادیؒ کو نزع کا عالم شروع ہو رہا تھا، آپ کا خادم آپ کو وضو کرا رہا تھا اور وہ داڑھی میں خلال کرانا بھول گیا، حضرت جنید بغدادیؒ نے فوراً خادم کا ہاتھ پکڑ لیا کہ (ڈاڑھی کا خلال) یہ سنت تو نے کیوں چھوڑ دی؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت! ایسے وقت کیا اتنی بھی رخصت نہیں؟ جواب میں فرمایا کہ بھائی! ہم خدا تک اسی کی برکت سے تو پہنچے ہیں، اب اس کو کیسے چھوڑ دیں؟

## سید الاوّلین والآخرین کی متابعت میں ترقیات مضمر ہیں

(۵۹) **فرمایا کہ:** تاریخ دعوت وعزیمت میں ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہماری کوشش اور عمل میں کیا رکھا ہے؟ سب کچھ فضلِ خداوندی ہے، اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی عطا فرمایا وہ سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت اور اتباعِ

سنت کی برکت سے عطا فرمایا، جزئیاً وکلیاً جو کچھ نصیب نہیں ہوا وہ اتباعِ سنت میں کمی کوتاہی سے ہوا۔

## صحابہ کرامؓ اور سنتوں سے محبت

(۶۰) **فرمایا کہ:** حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو سنتوں سے بڑی محبت تھی اور جب کوئی کام خلافِ سنت دیکھتے تو فوراً روکتے تھے۔ مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے دیکھا کہ حضرت امیر معاویہؓ خانۂ کعبہ کے چاروں کونوں کو بوسہ دے رہے ہیں تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم اسوائے حجر اسود کو بوسہ دینے اور رکنِ یمانی کو ہاتھ سے چھونے کے کسی اور کونے کو بوسہ نہیں دیا کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ اللہ کے اس مقدس گھر کی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کو چھوڑ دیا جائے (یعنی بوسہ نہ دیا جائے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ بیشک تمہارے لئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ ہے، اس میں شک نہیں کہ خانۂ کعبہ کی ہر چیز باعظمت اور ہر ذرّہ متبرک ہے، مگر ہم کو وہ عمل کرنا چاہیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، یہ بات سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ آپ کا ارشاد بالکل صحیح ہے۔

## دائمی قیام کو بھولنا نادانی ہے

(۶۱) **فرمایا کہ:** حضرت سفیان ثوریؒ سے کسی نے نصیحت چاہی کہ حضرت مجھے کوئی مختصر سی نصیحت فرما دیجئے، تو آپ نے اس کو یہ نصیحت فرمائی: اِعْمَلْ لِلدُّنْيَا بِقَدْرِ مَقَامِكَ فِيْهَا وَاعْمَلْ لِلْاٰخِرَةِ بِقَدْرِ مَقَامِكَ فِيْهَا یعنی دنیا میں مال حاصل کرنے کے لئے اسی قدر محنت اور کوشش کرو جس قدر دنیا میں تمہیں رہنا ہے، اور آخرت کے لئے نیکیاں جمع کرنے

کی اتنی ہی محنت اور کوشش کرو جتنا آخرت میں تمہیں رہنا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور دنیا سے جانے کے بعد کوئی واپس نہیں آتا، آخرت جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے، وہاں کی راحت و آرام کے لئے جس قدر بھی محنت کی جائے کم ہے، اور دنیا کا قیام محض عارضی ہے اور عارضی قیام کے لئے دن رات محنت و کوشش کرنا اور دائمی قیام کو بھول بیٹھنا، اس سے بڑھ کر بے وقوفی اور نادانی کیا ہوسکتی ہے؟

## ایمان اور غیرت

(۶۲) **فرمایا کہ:** جس کے دل میں صحیح معنیٰ میں خدا کا خوف ہو، وہ اپنے گھر والوں کو گناہ کے کام کرتے ہوئے دیکھ کر ہرگز خاموش نہیں رہ سکتا، اسی سے آپ یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ گھر کے ذمہ دار کا خوف گھر والوں کو بہت سی بُرائیوں سے روک دیتا ہے، مگر یہ خوف موقوف ہے غیرت پر، اگر خدانخواستہ گھر کا جو بڑا اور ذمہ دار ہے، اسی کے اندر غیرت نہ ہو، اسی کے اندر شرم و حیا نہ ہو تو پھر گھر والوں کو گرفت کرنے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوگا؟ حدیث شریف میں ہے اَلْغِیرۃُ مِنَ الْاِیْمَانِ غیرت ایمان کا ایک حصہ ہے۔ حیا اور ایمان دونوں ایک ساتھ ملے جلے رہتے ہیں، جب ان میں کی ایک چیز اُٹھ جاتی ہے تو دوسری بھی نکل جاتی ہے، جب حیا چلی گئی تو اب ایمان کا وجود بھی خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

## اولاد کی تعلیم و تربیت

(۶۳) **فرمایا کہ:** بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدین کو حکم دے رہے ہیں: مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ اے لوگو! تمہارے بچے جب سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو نماز پڑھنے کی تاکید شروع کرو، نماز کا طریقہ انہیں سکھلاؤ، پھر جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور تاکید کے باوجود نماز نہ پڑھنے پر تاکیداً ان کی کچھ پٹائی بھی کرو، یعنی مار کر ان کو نمازی بناؤ اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد

تیسرا حکم یہ دیا کہ رات کو سونے کے لئے ان کے بستر الگ الگ کردو، ایک بستر میں دو بھائی یا دو بہنیں یا ایک بھائی اور بہن کو سونے نہ دو، خواہ وہ حقیقی بہن بھائی ہی کیوں نہ ہوں، اس لئے کہ اس عمر میں جنسی جذبات بیدار ہونے لگتے ہیں اور ایک ساتھ سونے کی صورت میں بچے کسی بُرائی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

دیکھئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں کے اخلاق و عادات اور ان کی تربیت کا کیا بہترین نظام بنا کر ہمارے سامنے رکھ دیا اور یہ بات بتادی کہ بچہ کے اخلاق و عادات، اس کا رہن سہن اور اس کا دین ماں باپ کی تربیت اور تعلیم سے متاثر ہوتا ہے اور قیامت کے دن باپ سے اس کی اولاد کے بارے میں سوال ہوگا: مَاذَا عَلَّمْتَهٗ وَ مَاذَا اَدَّبْتَهٗ تم نے اپنے بچے کو کیا تعلیم دی اور کیسی تہذیب سکھلائی تھی؟ یاد رکھو! والدین اپنی اولاد کو جیسی تعلیم و تربیت کریں گے اولاد ویسی ہی بنے گی، اگر والدین جھوٹ بول رہے ہیں، گانے سن رہے ہیں، نماز نہیں پڑھ رہے ہیں، رات کو جاگ کر ٹی وی دیکھ رہے ہیں اور صبح کو آٹھ بجے تک پڑے سو رہے ہیں تو اب اس گھر کی اولاد کیسی تیار ہوگی؟ عربی کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

اِذَا کَانَ رَبُّ الْبَیْتِ بِالطَّبْلِ ضَارِباً
فَلَا تَلُمِ الْاَوْلَادَ فِیْهَا عَلَی الرَّقْصِ

جب کسی گھر کے بڑے لوگ ڈھول باجا بجاتے ہوں تو اس گھر کے بچے ناچنے اور گانے لگیں تو ملامت نہ کر۔

## مال، تجوری میں ہو نہ کہ دل میں

(۶۴) **فرمایا کہ:** میرے شیخ اوّل مصلح الامت عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادیؒ یوں فرمایا کرتے تھے کہ مال جائز طریقوں سے حاصل کر کے اس کو جیب میں رکھو، پاکٹ میں رکھو، صندوق اور تجوری میں بند رکھو، مگر اس کی محبت دل میں نہ رکھو،

دل میں صرف خدا کی یاد اور محبت کو رکھو، چاہے مال کتنا ہی ہو مضر نہیں۔

## نماز میں دل لگانے کا طریقہ

(۶۵) **فرمایا کہ:** محی السنۃ حضرت والا ہردوئی نور اللہ مرقدہٗ نے نماز میں دل لگانے کا طریقہ اس طرح لکھا ہے کہ نماز میں کوئی پڑھنا بے ارادہ نہ ہو، بلکہ پہلے سوچو پھر پڑھو، مثلاً اللہ اکبر کہہ کر جب کھڑا ہو تو (یہ خیال کرے کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوا ہوں، اللہ تعالیٰ میری نماز کو دیکھ رہے ہیں) پھر ہر لفظ منہ سے نکالتے ہوئے یوں سوچو کہ میں اب سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھ رہا ہوں، پھر سوچو کہ اب وَبِحَمْدِکَ کہہ رہا ہوں، پھر خیال کرو کہ اب وَتَبَارَکَ اسْمُکَ منہ سے نکل رہا ہے، اسی طرح ہر لفظ پر الگ الگ دھیان اور ارادہ کرو، پھر الحمد اور سورت میں یوں ہی خیال کرو، پھر رکوع میں اسی طرح ہر دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کو سوچ کر کہو، غرض منہ سے جو نکالو دھیان بھی ادھر ہی رکھو، ساری نماز میں یہی طریقہ رکھو، اگر کسی وقت توجہ بھٹک جائے تو جیسے ہی خیال آئے پھر توجہ نماز کی طرف کھینچ لاؤ کہ اس وقت میں کس حالت میں ہوں اور کیا پڑھ رہا ہوں؟ جب اس پر عمل ہو تو ان شاء اللہ تھوڑے دنوں میں آسانی سے دل لگنے لگے گا۔

## اتباعِ سنت اور جنت میں حضور ﷺ کی معیت

(۶۶) **فرمایا کہ:** حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ احساس رات دن بے چین کر رہا تھا کہ دنیا میں تو ہم ہر وقت حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ لگے رہتے ہیں، اٹھنا بیٹھنا ہمارا آپ ﷺ کے ساتھ ہے، آپ ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں، آپ ﷺ کی مبارک نصیحتیں سنتے رہتے ہیں اور ہر وقت آپ ﷺ کی زیارتِ طیبہ ہمیں نصیب ہوا کرتی ہے، مگر جنت میں یہ سب کہاں ہوگا؟ اس لئے کہ وہاں تو آپ ﷺ کا

مقام اور مرتبہ انتہائی اعلیٰ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت وہاں ہم کیسے کرسکیں گے؟ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں یہ سوال رکھ دیا کہ یارسول اللہ! ہمیں تو یہ غم رات دن کھائے جارہا ہے کہ جنت میں آپ کی زیارتِ طیبہ ہم کیسے کریں گے؟ کیونکہ آپ کا مقام تو بہت بلند ہے، ہم آپ تک کیسے پہونچیں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی آدمی اسی کے ساتھ جنت میں رہے گا جس کے ساتھ اس کو محبت ہوگی، حضراتِ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ اس کو سن کر ہم کو اتنی خوشی ہوئی کہ ایمان لانے کے بعد شاید کسی اور چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتادیا کہ اگر تم آخرت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو متقی بن جاؤ اور اتباعِ سنت پر عمل کرو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتباعِ سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

## پہلے گناہوں کی معافی طلب کرنا پھر دنیوی خوشحالی مانگنا

(۶۷) **فرمایا کہ:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو خدا سے مانگنے اور سوال کرنے کا طریقہ اس طرح سکھلایا ہے کہ اوّل اپنے گناہوں کو اللہ سے معاف کرالو، پھر اُس سے دنیوی خوش حالی کا سوال کرو، اب ذرا اس دعا کے الفاظ پر غور کریں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کے دوران مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِی وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ یہ دعا مناجاتِ مقبول میں دوشنبہ والی منزل میں موجود ہے اور اس دعا کو وضو کے دوران خاص کر چہرہ دھوتے وقت مانگنا مستحب ہے۔ اس دعا کا ترجمہ یہ ہے: اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرمادیجئے اور میرا گھر بڑا بنادیجئے اور میرے رزق میں برکت عطا فرمایئے۔

میرے شیخ حضرت والا محی السنۃ نوراللہ مرقدہٗ کو وضو کے دوران دو تین مرتبہ اس دعا کو پڑھتے ہوئے میں نے سنا ہے اور حضرت والا نوراللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو! حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے کیسی بہترین دعا سکھلائی ہے، اس دعا میں اگر آخرت سے متعلق ایک سوال ہے تو دنیا سے متعلق دو باتوں کا سوال ہے، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرمادیجئے، یہ آخرت سے متعلق سوال ہے، آگے دنیا سے متعلق دو باتوں کا سوال ہے: وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ میرا گھر بڑا ہو، راحت اور آرام والا گھر ہو؛ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو جب گھر کشادہ ہوگا، ساری سہولتیں اس میں جمع ہوں گی تو پھر مہمان بھی بہت آئیں گے، دوست احباب بھی جمع ہوں گے، تو پھر گھر کے اخراجات بھی ضرور بڑھ جائیں گے تو حضور اکرم ا اس کی بھی رعایت فرما کر آگے دعا مانگ رہے ہیں وَ بَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ اے اللہ! میرے رزق میں برکت اور ترقی عطا فرمائیے، تاکہ میری جملہ ضرورتیں پوری ہوں، قرض لینے اور پریشانی اٹھانے کی نوبت نہ آئے۔

## تقویٰ، اہل اللہ کی صحبت سے پیدا ہوتا ہے

(٦٨) **فرمایا کہ:** گناہوں سے بچنے کیلئے نہ کسی فوج و پولیس کی ضرورت ہے نہ مال و دولت کی، اس کے لئے بس تقویٰ کی ضرورت ہے۔ یعنی خوفِ خدا اور اس کی عظمت کا استحضار، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے قلوب میں اسی تقویٰ کی نعمت کو بٹھادیا تھا اور یہ قوت ان کے اندر راسخ ہوگئی تھی، جس کی برکت سے ان کا معاشرہ گناہوں سے محفوظ اور صالح معاشرہ بن گیا تھا۔ اب رہ گیا یہ سوال کہ ''تقویٰ'' حاصل کیسے ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ قرآن کریم میں موجود ہے، یعنی اِتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو، معلوم ہوا کہ ''تقویٰ'' آتا ہے اہل اللہ اور اہلِ تقویٰ کی صحبت سے، جب تم ان کے ساتھ رہا کروگے تو تمہارے اندر بھی وہ کیفیت پیدا ہوجائے گی۔ تمہارے اندر بھی تقویٰ پیدا ہوجائے گا۔

## جب خوفِ خدا پیدا ہوتو.....

(۶۹) **فرمایا کہ:** آدمی جب گناہوں سے بچنے لگتا ہے خوفِ خدا کی دولت اس کے دل میں پیدا ہوجاتی ہے تو اس کی برکت سے اس کا مقام فرشتوں سے بھی اونچا ہوجاتا ہے اور اگر گناہوں سے نہیں بچتا دن رات اسی میں مبتلاء رہتا ہے، اللہ سے نہیں ڈرتا تو ان کی نحوست سے جانوروں سے بدتر ہوجاتا ہے۔ اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے۔ اس لئے بہت اہتمام سے اور ہمت کرکے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

## ہمت وارادہ سے گناہ چھوڑنا آسان ہے

(۷۰) **فرمایا کہ:** اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو گناہوں سے بچنے کی ہمت وقوت عطا فرمائی ہے، ہمت کرنے کی ضرورت ہے آج کل لوگ یہی شکایات کرتے رہتے ہیں کہ ہم سے گناہوں سے نہیں بچا جارہا ہے، گناہوں سے حفاظت ہو نہیں پارہی ہے کیا کریں؟ کیوں نہیں ہو پارہی ہے؟ بات یہ ہے کہ جیسی فکر اور تدبیر کرنی چاہیے تھی ہم نے کی ہی نہیں! ہمت سے کام ہی نہیں لیا! کیونکہ آدمی اگر بچنا چاہے اور پختہ ارادہ ہو تو ضرور بچ سکتا ہے، دین تو بہت آسان ہے، دین پر عمل کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، گناہوں سے بچنا بھی تو دین کا ایک حکم ہے، تو وہ مشکل کیسے ہوجائے گا؟ فکر اور ہمت کی کمی ہے، دین پر عمل بچے بھی کرسکتے ہیں، جوان بھی کرسکتے ہیں، بوڑھے بھی کرسکتے ہیں سب کے لئے آسان ہے۔ دیکھو! صحابہ کرامؓ کی حالت ایمان لانے سے پہلے کیسی تھی؟ آپس میں لڑتے تھے، ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کرتے تھے، ایک دوسرے کا خون کرتے تھے، مال غصب کرلیتے تھے، بدکاری، لوٹ مار، ان کی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی، شراب نوشی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے معمولی معمولی باتوں میں جنگ چھیڑ دیتا پھر برسوں خون خرابوں میں لگے

رہتے، اوس وخزرج کی باہمی جنگیں مشہور ہیں، لیکن یہی لوگ جب اسلام میں داخل ہوئے، ایمان لے آئے تو ان کی زندگیاں یکسر بدل گئیں۔ اسلامی احکامات پر بآسانی عمل کرنے لگے، ان کو اپنی یہ تمام بُری عادتیں اور گناہ کے کام چھوڑنا کچھ مشکل نہ ہوا، ہم سوچیں کہ آخر ان لوگوں نے کس طرح گناہوں اور نافرمانی کی زندگی کو اطاعت وفرماں برداری کی زندگی سے بدل لیا۔ بس یہی کہ ہمت اور ارادہ سے فکر وجستجو سے کام لیا، کامیابی ہوگئی۔ اس لئے یہ سمجھنا غلط ہے کہ دین پر چلنا، گناہوں کو چھوڑنا مشکل کام ہے۔ ہمت سے کام لینے کی ضرورت ہے، آج ہم ہمت سے کام نہیں لیتے، ارادہ پختہ نہیں کرتے! ہمت کرو، ارادہ کرو، ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔ ہمت مرداں مدد خدا۔

## تکبر کی مذمت

(۱۷) **فرمایا کہ:** اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا شیطان تمہارا دشمن ہے، پس تم اسے دشمن ہی سمجھو اور اس سے بچو۔ شیطان پر بدبختی اس وقت آئی جب اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، اس پر اس کا نفس غالب آیا۔ اس نے غرور واستکبار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حکم پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے تکبر نے اسے ہمیشہ کی بدبختی میں مبتلاء کر دیا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندانِ لعنت گرفتار کرد

کہتے ہیں کہ ابلیس مردود ہونے سے پہلے ''عزازیل'' کہلاتا تھا، وہ ''معلم الملائکۃ'' تھا ایک دن فرشتوں نے لوحِ محفوظ میں دیکھا کہ ایک شخص ایسا بھی ہے جو ہزار ہا برس کی عبادت کے باوجود ایک دن مردود ہوگا، شقاوت اس پر غالب آکر رہے گی، تو فرشتے بہت پریشان وحیران ہوئے کہ نہ جانے یہ بدبختی کس کے نصیبے میں آئے گی؟ فرشتے عزازیل کے پاس

گئے، اور اس کے سامنے اپنی پریشانی ظاہر کی، اور کہا کہ ہم کو خطرہ ہے کہ یہ بدنصیب شخص کہیں ہم میں سے کوئی نہ ہو!

کہتے ہیں کہ ابلیس نے ان سب کو اطمینان دلایا اور کہا کہ لاؤ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ایسا مردود شخص تم میں سے کوئی نہ ہو، سب کے لئے دعاء کی مگر تکبر کی وجہ سے یہ خطرہ نہ اپنے لئے محسوس کیا اور نہ اپنے کو دعاء میں شامل کیا۔ چنانچہ وہ لوگ تو محفوظ ہو گئے اور خود مصداق ہو گیا۔ بہر حال میں یہ کہہ رہا تھا کہ ابلیس نے اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاخْرُجْ فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۔ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ نکل جا یہاں سے تو مردود ہے اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت ہے۔ تو وہاں سے ہمیشہ بدنصیبی و بدبختی لے کر نکل گیا ۔ جاتے جاتے کہنے لگا: رَبِّ أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ پروردگار! مجھے قیامت تک زندگی کی مہلت دے۔ فرمایا ٹھیک ہے تمہیں یہ مہلت دی گئی۔ کہنے لگا میں بھی قیامت تک تیرے بندوں کو طرح طرح سے بھٹکاتا رہوں گا۔ ارشاد ہوا: جا تو انہیں بھٹکاتا رہ، میں بھی اپنے بندوں کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھوں گا، جب جب بندہ سچے دل سے معافی مانگے گا میں اس کو معاف کرتا رہوں گا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ غرغرۂ موت اور سکرات الموت تک قبول فرماتا رہتا ہے، اس لئے میرے بھائی! شیطان اور اس کی شرارتوں کے سمجھنے اور اس سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ جب اس نے قسم کھائی ہے کہ جس طرح میں برباد ہوا ہوں اسی طرح ہر شخص کو برباد کروں گا تو وہ اپنا کام کر رہا ہے کہ ہمیں گناہوں میں مبتلاء کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت سے محروم کرتا جا رہا ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم پہلے تو ہمت کر کے اور خوب فکر سے کام لے کے اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتے رہیں اور کبھی کوئی گناہ ہو جائے تو سچی پکی توبہ کر کے پاک صاف ہو جائیں۔ تب ہی شیطان کی عداوت سے

بچ پائیں گے، ورنہ وہ ہمیں لے ڈوبے گا۔

## وساوس پر ملامت یہ ایمان کی علامت ہے

(۷۲) **فرمایا کہ:** وساوس وخطرات سے گھبرانا نہیں چاہیے، یہ سب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، اوران میں کچھ زیادہ طاقت نہیں ہوتی۔ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطَانِ کَانَ ضَعِیْفًا فرمایا گیا ہے، یعنی شیطان کا مکر بہت کمزور ہے اور جب وسوسے بھی شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں تو یہ بھی کمزور ہی ہوں گے۔ بہرحال ان سے گھبرانے اور ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں ہے، وسوسے صحابہ کرامؓ کو بھی آتے تھے۔ شروع شروع میں تو وہ بھی بہت گھبرائے؛ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر صورت حال بتلائی اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے اندر ایسے وساوس اور خیالات آتے ہیں کہ ان کو زبان پر لانے سے جل کر راکھ ہوجانا بہتر ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذٰلِکَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانِ ارے بھئی! فکر کی کیا بات ہے یہ تو عینِ ایمان ہے۔ چور وہیں آتا ہے جہاں مال ہوتا ہے شیطان بھی وہیں آتا ہے جہاں ایمان رہتا ہے، وہ ذرا کوشش کرتا ہے کہ مومن کے خیالات بھٹکا کر گناہوں کی طرف لے جاؤں۔ مگر سونچنا چاہیے کہ وہ خیال ہی تو پیدا کرسکتا ہے پکڑ کے سب لوگوں کو سینما تھیٹر یا کسی اور برائی کی جگہ پر لے جا تو نہیں سکتا، معلوم ہوا کہ وہ ہمارے ایمان، عزم اور ارادہ کے مقابلہ میں کمزور ہے۔ ان وسوسوں کے خلاف ڈٹ جانا چاہیے اور ہمت سے مقابلہ کرنا چاہیے، ایسے وقت لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لیا کرو یہ بہت بڑی طاقت ہے شیطان اس سے دب جاتا ہے اور دفع ہوجاتا ہے۔ یقین کے ساتھ عمل کر کے تو دیکھو!

## گناہ کے خیالات کا امالہ کرلو، ازالہ نہیں

(۷۳) **فرمایا کہ:** گناہوں اور نافرمانیوں کے خیالات سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

انسان ہے انسان ہی کو گناہ کا تقاضا ہوتا ہے۔ ایسے وقت ہمت اور مستعدی سے کام لینا چاہیے ذہن کو دوسری طرف مشغول کر دینا چاہیے۔ تھوڑی دیر میں ان خیالات پر قابو ہو جاتا ہے، یہ چاہنا کہ گناہ کا خیال اور تقاضہ ہی نہ ہو عبث ہے، اس لئے کہ ہم فطرت کے نظام کو بدل تو نہیں سکتے، ہمیں جو راستہ دکھایا گیا ہے بس وہ کریں۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو گناہ کے خیالات آتے ہیں تو ان کا ''امالہ'' کرلو ''ازالہ'' کی فکر نہ کرو، امالہ یعنی ان خیالات کا رخ کسی دوسری طرف پھیر دینا ''ازالہ'' یعنی اس خیال کو ہی ختم کرنے کی کوشش کرنا، مثلاً اگر کسی شخص کی آنکھ بدنگاہی کر رہی ہے تو آنکھ فوراً نیچے کر لے، یا بند کر لے، کوئی اور جائز و حلال منظر کی طرف پھیر دے یہ امالہ ہے، اور ازالہ یہ ہے کہ مثلاً ایسے وقت کوئی شخص اپنی آنکھ ہی پھوڑ ڈالے کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری!

## نفس شیطان کا خلیفہ ہے

(۷۴) **فرمایا کہ:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''تیرا سب سے بڑا دشمن وہ نفس ہے جو تیرے دو باوزوں کے درمیان ہے'' یہ ''نفس'' انسان کا بہت بڑا دشمن ہے اس کا کام ہی یہ ہے کہ ہر وقت انسان کو گناہوں کی خواہشات میں لگاتار رہتا ہے اور اس کی دعوت دیتا رہتا ہے نفس کی دشمنی شیطان سے بھی بڑھ کر ہے، حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جب تم کو گناہ کا ایک مرتبہ تقاضہ ہو تو سمجھو کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے اور اگر بہت شدت سے اور بار بار تقاضہ ہو تو یہ نفس کی طرف سے ہے، کیونکہ شیطان انسان کے دل پر ایک دفعہ حملہ کر کے چلا جاتا ہے مگر یہ نفس جو شیطان کا خلیفہ ہے وہ بار بار تقاضہ کرتا اور اس برے تقاضے کی طرف مائل کرتا رہتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اس لئے اس نفس سے ہر وقت چوکنا اور بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، اہل اللہ نفس سے بہت ڈرا کرتے تھے کہ کہیں یہ دشمن مجھے ہلاک نہ کر دے۔ خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

نفس کا اژدہا دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ادھر ہوا نہیں اس نے ادھر ڈسا نہیں

## نفس کا دھوکہ

(۷۵) **فرمایا کہ:** ایک صاحب آئے تھے، وہ کہہ رہے تھے کہ گناہوں سے بچ نہیں پا رہا ہوں، نظر کی حفاظت نہیں ہو پا رہی ہے، میں نے کہا، کیوں نہیں ہو پا رہی ہے؟ کیا آپ مجبور ہیں؟ آپ کی آنکھ آپ کے اختیار میں نہیں ہے؟ ہاتھ پاؤں اختیار میں نہیں ہیں؟ جب ہمارے اختیار میں اللہ تعالیٰ نے سب اعضاء کو دے دیا ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کرنا ہمارا فرض اور اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اصل میں بات یہ ہے کہ ہم خود ہی ہمت نہیں کرتے۔ ذرا ہمت سے کام لیں تو سب آسان ہو جائے گا، گناہ سے بچنا بھی آسان ہو جائے گا، نظر کی حفاظت بھی ہونے لگے گی۔ بہر حال انسان بے اختیار اور مجبور نہیں ہے کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ انسان کو کتنا اختیار ہے؟ فرمایا اپنا ایک پیر اٹھاؤ، اس نے اٹھا لیا پھر فرمایا دوسرا بھی اٹھاؤ، اس نے کہا کہ یہ تو نہیں اٹھا سکتا اس لیے کہ اٹھاتا تو وہ گر پڑتا، (اب حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اسی طرح انسان قادر بھی ہے عاجز بھی ہے قادر اس پر کہ ارادہ و اختیار کی طاقت کو استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کو بجالائے اور عاجز اس سے کہ وہ خود ان افعال کو پیدا کرے) معلوم ہوا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، یہ کہنا کہ میں گناہوں سے بچ نہیں سکتا ہوں غلط بات ہے، نفس کا دھوکہ ہے، ضرور بچ سکتے ہیں بس ہمت سے کام لیں۔

## کسی گناہ اور نیکی کو حقیر مت جانو

(۷۶) **فرمایا کہ:** چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو حقیر مت سمجھو اور چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو ہلکا مت سمجھو بسا اوقات ایک چھوٹی سی نیکی بھی رضائے الٰہی کے حصول میں بڑا کام کر جاتی

ہے اور گناہ کو حقیر اور ہلکا سمجھنے سے آدمی اس میں مبتلاء ہوجاتا ہے اور پھر یہ چھوٹے گناہ آہستہ آہستہ بڑے گناہوں میں ابتلاء کا سبب بن جاتے ہیں۔

گناہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا اسے بجانہ لانا اور جن کاموں سے روکا ان سے نہ رُکنا۔ یہ گناہ ہے۔ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور شیطان خوش ہوتا ہے بلکہ شیطان ہی نافرمانی کی طرف بندے کو لیجاتا ہے وہی گناہوں کے وسوسے ڈالتا اور اس کا ماحول بناتا ہے؛ لیکن اگر ہم شیطان کے مکروفریب کو ذرا عقل سے کام لے کر سمجھ جاویں اور بچنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ ضرور حفاظت فرمائیں گے اور اگر اس کے مکروفریب میں آگئے اور اس سے دھوکہ کھا گئے تو اس میں ضرور مبتلا ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرماویں۔

## گناہِ صغیرہ کو کبیرہ مت بنائیں

(۷۷) **فرمایا کہ:** آدمی کو چاہیے کہ معمولی سے معمولی نیکی کو بھی حقیر سمجھ کر نظرانداز نہ کرے بلکہ اس پر عمل کر کے فائدہ اٹھانیکی کوشش کرے، اسی طرح چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی گناہ ہی سمجھے، اور اس کے وبال سے ڈر کر اپنے کو اس سے بچالے، اگر چھوٹے گناہوں کو معمولی سمجھ کر اسی طرح ارتکاب کرتا رہیگا۔ تو بار بار کرنے سے ایک تو یہی صغیرہ، کبیرہ بن جائے گا، دوسرے اس کی نحوست سے بڑے بڑے گناہوں پر بھی جری ہوجائے گا

## خسارہ ہی خسارہ ہے

(۷۸) **فرمایا کہ:** گناہ کسے کہتے ہیں؟ گناہ کہتے ہیں حق تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر جانے کو! یعنی اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے روکا ہے ان سے نہ رکنا اور جن چیزوں کا حکم دیا ہے اس کو بجانہ لانا، گناہ سے اللہ تعالیٰ ناراض اور شیطان خوش ہوتا ہے، شیطان ہی گناہ کے خیالات دل میں ڈالتا ہے کہ یہ کام کرلے وہ کام کرلے، اگر آدمی اپنی

عقل کا استعمال کر کے شیطان کے مکر وفریب کو بھانپ لیتا ہے اور اس کے خلاف کرنے کی فکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حفاظت کا سامان فرما دیتا ہے، لیکن اگر شیطان کے مکر وفریب میں پھنس گیا اور اس کی بات مان لیا تو پھر خسارہ ہی خسارہ ہے، خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ بہر حال جب گناہ کا تقاضہ ہو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور خود تھوڑی ہمت سے کام لے کر اس تقاضے کا مقابلہ کرو، ان شاء اللہ کام بن جائے گا۔

## قلب کی درستگی بہت ضروری ہے

(۷۹) **فرمایا کہ:** حدیث شریف میں ہے اَلا ! وَاِنَّ فِی الجسَدِ مُضْغَۃٌ اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الجسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَت فَسَدَ الجسَدُ کُلُّہٗ اَلا وَھِیَ الْقَلْبُ۔ آگاہ ہو جاؤ! انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا بدن صحیح رہتا ہے وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، جان لو! وہ گوشت کا ٹکڑا ''دل'' ہے، چنانچہ اگر دل صحیح ہو جائے تو تمام اعضاء صحیح طریقے پر چلتے ہیں، آنکھ بدنگاہی سے رک جاتی ہے، زبان جھوٹ، چغلی وغیرہ سے بچ جاتی ہے، ہاتھ کسی کو تکلیف دینے سے رک جاتا ہے، پیر غلط راستہ پر جانے سے رک جاتے ہیں، غرض تمام اعضاء صحیح کام کرنے لگتے ہیں اور اگر دل صحیح نہ ہو تو پھر آنکھ بدنگاہی میں، زبان بدکلامی میں اور ہاتھ پیر وغیرہ تمام اعضاء نافرمانی میں لگ جاتے ہیں، ایک انسان دوسرے انسان کیلئے تکلیف دہ بن جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نفس کی اصلاح اور قلب کی درستگی بہت ضروری ہے، جب تک نفس کی اصلاح نہو انسان صحیح معنوں مین انسان نہیں بن پاتا۔

## حکمِ رحمٰن کی تعمیل کریں، نہ کہ حکمِ شیطان کی

(۸۰) **فرمایا کہ:** ایک صاحب نے خط لکھا ہے کہ گناہوں کے خیالات اور گناہوں کے تقاضے بہت ستاتے ہیں، شہوت غالب آجاتی ہے، قابو مشکل ہو جاتا ہے، میں نے انہیں

جواب لکھا کہ ایسے وقت اسمیں غور کرو کہ ''دو حکم'' ہمارے سامنے ہیں، ایک حکم رحمن کا ہے کہ اس گناہ سے بچو اور ایک حکم شیطان کا ہے کہ اسکو کرو، اب تم کس کی پیروی کروگے، رحمن کے حکم کی یا شیطان کے حکم کی؟ اگر رحمن کے حکم کی پیروی کروگے تو رحمن خوش ہوگا۔ اور اپنی رحمت تم پر اتارے گا، اور اگر شیطان کا کہا مان لوگے تو شیطان خوش ہوگا اور اس کا نتیجہ گناہوں میں ابتلا اور اللہ تعالیٰ کی نارضگی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ خود ہی طئے کرلو کہ کس کو خوش کرنا ہے اور کس کو ناراض کرنا ہے، ظاہر ہے کہ مومن کیلئے رحمٰن کی خوشنودی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، بس ہمت سے کام لو اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو کہ الٰہی! یہ شیطان مجھے بہکا رہا ہے آپ ہی میری حفاظت فرمائیے، میری مدد فرمائیے۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا اور اس گناہ سے حفاظت ہوجائے گی۔

## نہی عن المنکر کے درجات

(۸۱) **فرمایا کہ:** حدیث میں آیا ہے مَنْ رَأیٰ مِنکُمْ مُنکَراً فَلْیُغَیرہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ یعنی تم میں سے کوئی کسی کو غلط کام کرتا ہوا دیکھے، شریعت کے خلاف کوئی حرکت کرتا ہوا دیکھے تو اسے چاہئے کہ اس شخص کو اپنے ہاتھ سے اپنی طاقت سے روکدے مثلاً کوئی شراب پی رہا ہے تو اسے شراب پینے سے روک دے، یا کوئی موسیقی گانا وغیرہ گناہ کی باتیں سن رہا ہے تو اس کو اس کام سے روک دے اس آلہ کو بند کردے، لیکن اگر کسی کو اتنی طاقت و ہمت نہیں ہے تو دوسرا درجہ ایمان کا یہ ہے کہ زبان سے روک دے، اس کی قباحت بیان کرے کہ بھائی! یہ ناجائز کام ہے گناہ کی بات ہے، ایسا نہ کرو، ورنہ گنہ گار ہوجاؤ گے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائے گا، اور اگر اسکی بھی طاقت نہیں یعنی ڈر ہیکہ اگر زبان سے بھی روکوں گا تو جھگڑا لڑائی اور مار پیٹ کا اندیشہ ہے تو ایسے وقت تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل سے برا جانتے ہوئے وہاں سے ہٹ جائے۔

دل سے برا جاننے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس گناہ میں شریک بھی رہے مثلاً بے پردگی بھی ہورہی ہے، ٹی وی بھی دیکھتا جارہا ہے اور دل سے برا بھی جان رہا ہے، نہیں! دل سے برا جاننے کا مطلب یہ ہے کہ فوراً اس منکر سے علاحدہ ہوجائے۔

## تربیت کا انداز ایسا ہونا چاہئے

(۸۲) **فرمایا کہ:** اسلام نے ہر مسلمان کو ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا پابند بنایا ہے۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے اسے روکے اور منع کرے، حدیث میں ہے اَلاَ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ آگاہ ہوجاؤ! کہ تم سب کے سب اپنے ماتحتوں کے حاکم اور ذمہ دار ہو تم سب سے قیامت کے دن تمہارے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا، اس لئے اپنے گھر والوں اور ماتحتوں کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، مگر یہ کام یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے بھی آداب ہیں، حکمت اور نرمی سے کام لینا چاہئے، ایک صاحب، عصر کے بعد آئے تھے کہنے لگے کہ ہمارے گھر میں ٹی وی ہے اور جوان بہن بھی ہے، میں ٹی وی گھر سے نکال دینے کے لئے گھر میں لڑائی جھگڑا کر کے آیا ہوں، میں نے کہا، تم نے کیوں پہلی دفعہ ہی لڑائی جھگڑا کرلیا، تمہارا کام یہ تھا کے پہلے گھر والوں کو اس کے نقصانات بتلاتے کہ ٹی وی سے گھروں میں بے برکتی آتی ہے، اس کے دیکھنے سے آنکھوں کی روشنی خراب ہوجاتی ہے، بچوں کی تعلیم وتربیت متأثر ہوتی ہے وغیرہ، اس کے بعد پھر کچھ دنوں کے بعد سمجھاتے، پھر ذرا سختی سے کہتے، پہلے ہی مرتبہ میں لڑائی بھی کرلی؟ یہ صحیح نہیں ہے، بار بار سمجھاؤ اور حکمت سے سمجھاؤ، ایک آدھ مرتبہ کہہ کر خاموش بھی نہیں ہوجانا چاہئے۔ کہتے رہنا چاہئے، ایک دن نفع ہوتا ہے۔

## نرمی اور گرمی دونوں ضروری ہیں

(۸۳) **فرمایا کہ:** حضرت تھانویؒ کے ایک بھتیجے تھے، مولانا شبیر علی صاحب! ان

کے ماموں زاد بھائی یا کوئی اور شخص سگریٹ کا عادی تھا، مولانا شبیر علی صاحب اس کو سمجھاتے تھے اور سگریٹ کے نقصانات گناتے تھے مگر وہ باز نہیں آتا تھا، مولانا شبیر علی صاحب فرماتے ہیں کہ میں جوڑتا رہتا تھا کہ کتنی دفعہ کہا! جب سو مرتبہ کہا تو بھی متأثر نہیں ہوا، ایک سو ایکویں دفعہ اس کی سمجھ میں بات آگئی اور چھوڑنے کے لئے تیار ہوگیا، اس لئے کہتے رہنا چاہئے، حسب موقعہ کبھی نرمی سے کبھی گرمی سے، ایک دن کہنے کا فائدہ ہوتا ہے، اسی طرح دیکھو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وہارون علیہم السلام کو فرعون کے پاس توحید کی دعوت دینے کے لئے بھیجا تو انہیں جاتے وقت تاکید فرمائی فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا، دیکھو فرعون کو نرمی سے دعوت دو، اللہ تعالیٰ چاہتے تو انہیں سختی سے پیش آنے کو بھی فرما سکتے تھے، لیکن ایسا حکم نہیں دیا، بلکہ نرمی کا حکم دیا، البتہ ہر وقت اور ہر جگہ نرمی ہی مفید نہیں ہوتی کبھی سختی وگرمی کی ضرورت بھی پڑتی ہے، اس لئے جہاں نرمی کی ضرورت ہو نرمی سے کام لے، جہاں سختی سے کام بن سکتا ہے وہاں سختی سے نصیحت کرے۔

## غیبت کی مذمت

(۸۴) **فرمایا کہ:** اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرمایا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ کیا مطلب ہے دوزخ کی آگ سے بچانے کا؟ یعنی ان اعمال واقوال سے بچاؤ جو دوزخ میں داخلے کا سبب بنتے ہیں۔ بڑے بڑے گناہوں سے بچاؤ، آج ہر شخص زنا کو بڑا گناہ سمجھتا ہے، چوری کو بڑا گناہ سمجھتا ہے، شراب پینے کو بڑا گناہ سمجھتا ہے لیکن غیبت کو بڑا گناہ نہیں سمجھتا، حالانکہ حدیث پاک کے مطابق ''غیبت'' تو زنا سے بھی بدتر عمل ہے، اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا فرمایا گیا ہے، کیونکہ زنا شخصی بدعملی ہے، اللہ کی نافرمانی ہے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے مگر غیبت حقوق العباد میں سے ہے، جب تک بندہ معاف

نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں فرمائیں گے۔حقوق العباد کا مسئلہ بہت اہم ہے،اس کے بارے میں بہت ڈرنے کی ضرورت ہے۔

## اہلِ خانہ کی اصلاح کی فکر

(۸۵) **فرمایا کہ:** اصلاح کا کام پہلے اپنے آپ اور اپنے گھر سے شروع کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ اے نبی! اپنے قرابت اور کنبے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے، دوسرے جگہ ارشاد ہے: قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، یعنی اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو بال بچوں کو، ماتحتوں کو دوزخ میں لے جانے والے اعمال واخلاق سے بچاؤ، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچاؤ، اپنے گھر میں اور گھر والوں میں کوئی کام خلاف شرع دیکھے تو اس کی اصلاح کی فکر کرے، حکمت سے کسی طرح اس کو روکنے کی کوشش نہ چھوڑے۔ جب تک اصلاح نہ ہو جائے بے فکر نہ ہو، لیکن آج ہم کو اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کی فکر بہت کم ہے۔

## مٹی کا چیخنا اور چلانا

(۸۶) **فرمایا کہ:** اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتے کو حکم دیا کہ زمین پر جا کر اس کے ہر کونے سے تھوڑی تھوڑی مٹی اٹھا کر لاؤ، جب فرشتے مٹی لینے گئے تو مٹی رونا چلانا شروع کی کہ مجھ سے انسان بنائیں گے، فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں آ کر صورت حال سنائی، تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم دیا کہ تم لے کر آؤ، وہ جب مٹی لینے آئے تو مٹی پھر چیخنا چلانا شروع کی، انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی اور مٹی جمع کر کے اللہ تعالیٰ کے پاس پہونچادی، اللہ تعالیٰ نے انہیں کے ذمہ روح نکالنے کا کام سپرد کر دیا، اب دیکھئے عزرائیل علیہ السلام دنیا میں آتے رہتے ہیں ہزاروں لاکھوں آدمیوں کی روح نکالتے رہتے

ہیں، گھر والے روتے چلاتے ہیں ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے جس انسان کو جہاں کی مٹی سے پیدا کیا ہے وہ اسی زمین میں دفن ہوتا ہے، دیکھو بہت سے لوگ کہیں پیدا ہوتے ہیں، کہیں رہتے ہیں، کہیں جا کر مرتے ہیں وہیں پر دفن ہوجاتے ہیں، معلوم ہوا کہ وہیں کی مٹی تھی اس لئے وہیں پہونچی۔

## پردہ کا اہتمام ضروری ہے

(۸۷) **فرمایا کہ:** نامحرم عورتوں سے پردہ کرنا ضروری ہے، آج ہمارے معاشرہ سے پردہ ختم ہوتا جارہا ہے، ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپی زاد بھائی بہنوں کو آپس میں پردہ کرنا لازمی ہے لوگ کہتے ہیں بھائی بہنوں کا کیا پردہ؟ اگر بھائی بہن ہی سمجھتے ہیں تو آپس میں پھر رشتہ کیوں کرتے ہیں؟ ضرورت پڑنے پر ان سے شادی بھی کرلیتے ہیں، پردہ کو کہا جائے تو کہتے ہیں کہ بھائی بہن ہیں کاہے کا پردہ؟ بہت احتیاط کی ضرورت ہے، اہتمام سے نامحرموں سے پردہ کرنا چاہئے۔

## غصہ کے وقت قابو میں رہیں

(۸۸) **فرمایا کہ:** غصہ ایسی خصلت ہے کہ اس کا آنا بھی بُرا ہے نہ آنا بھی بُرا ہے، نفس کو خوش کرنے کے لئے غصہ کا آنا بُرا ہے، مثلاً کسی پر ظلم کیلئے، اپنی انا کیلئے غصہ آتا ہے تو یہ بری بات ہے، نہیں آنا چاہیے، اس کے برخلاف نفس کو خلافِ شرع امور کے ارتکاب سے روکنے کے لئے اس پر غصہ آنا یہ اچھی چیز ہے، لہٰذا ایسے مواقع پر غصہ کا نہ آنا بُرا ہوا، اس لئے غصہ ہے تو ضرورت کی چیز، اسی لئے اللہ میاں نے اس کے اندر رکھا ہے، مگر اس کا استعمال کب کرے، کیسے کرے، اس کے تقاضے کو پورا کرے یا اس کے خلاف کرے، یہ سب سیکھنے کی باتیں ہیں، غصہ کبھی ختم نہیں ہوتا، مگر مشق کرنے سے اس پر قابو حاصل ہوجاتا ہے۔

## غصہ کے وقت انتقام نہ لیں

(۸۹) **فرمایا کہ:** حضرت حکیم الامتؒ فرماتے تھے کہ غصہ میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی اور انجام سوچنے کا ہوش نہیں رہتا، اس لئے زبان سے سبھی جا، بے جا نکل جاتا ہے، اور ہاتھ سے بھی زیادتی ہوجاتی ہے، اور فرماتے تھے کہ اسی لئے غصہ کے وقت کسی سے انتقام نہیں لینا چاہیے، نہ کسی کو سزا دینی چاہیے، غصہ ٹھنڈا ہوجانے کا انتظار کرو، جب غصہ ٹھنڈا ہوجائے تو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو اور مصنوعی غصہ پیدا کر کے ڈانٹو یا سزا دو، کیوں کہ مصنوعی غصہ قابو کا ہوتا ہے اس میں آدمی حد سے تجاوز نہیں کر پاتا، بہر حال نفس کے لئے کبھی بھی غصہ نہیں ہونا چاہیے، نہ نفس کو خوش کرنے کے لئے کسی سے انتقام لینا چاہیے۔

## غصہ نفس کے لئے نہ ہو

(۹۰) فرمایا کہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی اپنے نفس کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا بڑے سے بڑے دشمن کو بھی چاہے اس نے کتنا بھی غصہ دلایا ہو معاف فرمادیا کرتے تھے یہی حال صحابہ کرامؓ کا بھی تھا، حضرت علیؓ کا واقعہ مشہور ہے، ایک یہودی کو قتل کرنے کے لئے اس کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے تھے، کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی، حضرت علیؓ کو غصہ آگیا اور اُسے پچھاڑ کر اس کے سینہ پر بیٹھ گئے، تلوار نکال کر قتل کردینے والے ہی تھے کہ اس نے آپ کے چہرہ پر تھوک دیا، حضرت علیؓ فوراً اس کو چھوڑ کر اٹھ گئے، لوگوں نے کہا کہ اس کو آپ نے کیوں چھوڑ دیا ہے پہلے تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی، پھر آپ کی بھی گستاخی کر کے منہ پر تھوک دیا، آپ کا غصہ اور بڑھ جانا چاہیے تھا، آپؓ نے فرمایا: پہلے تو میں صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کی وجہ سے محض اللہ کے لئے اس کو قتل کرنا چاہتا تھا، مگر جب اس نے میرے چہرے پر تھوک دیا میرا نفس بھی اس انتقام میں شامل ہوگیا، اب اگر میں قتل کردیتا تو یہ خالص اللہ کے لئے نہ کرتا

اپنے نفس کے لئے بھی ہوتا، اگر اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کا سوال کرتا تو میں کیا جواب دے سکتا تھا؟ اس لئے چھوڑ دیا تو دیکھو یہ حضرات غصہ پر کتنا قابو رکھتے تھے؟ یہ چیز خوفِ خدا سے اور مشق سے حاصل ہوتی ہے۔

## غصہ کا علاج

(۹۱) **فرمایا کہ:** غصہ شیطان کی طرف سے آتا ہے، اللہ تعالیٰ نے شیطان کو آگ سے پیدا کیا ہے، دیکھو جب آدمی کو غصہ آتا ہے تو اس کی رگیں پھول جاتی ہیں، آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں، چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے، یہ سب شیطان کی خاصیتیں ہیں، اس کا علاج یہ ہے کہ جب غصہ آئے تو سات مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ لو، کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ، بیٹھنے کی حالت میں غصہ آیا ہے تو لیٹ جاؤ، پانی پی لو، جس پر غصہ آیا ہو اس کو سامنے سے ہٹا دو یا خود وہاں سے ہٹ جاؤ، اور اس وقت غصہ کے تقاضے پر ہرگز عمل نہ کرو، ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

## ہماری عزت دین میں ہے

(۹۲) **فرمایا کہ:** مجلس میں ایک باریش نوجوان کو دیکھ کر ان کا نام معلوم کیا پھر فرمایا کہ: تمہارے چہرہ پر (اس عمر میں) داڑھی دیکھ کر بہت خوشی ہوئی، اس زمانہ میں خاص کر اس عمر میں داڑھی رکھ لینا بڑے مجاہدہ اور ہمت کا کام ہے، ہمارے حضرت ہردوئیؒ فرمایا کرتے تھے کہ داڑھی منڈھانے والے سکھوں سے عبرت حاصل کریں کہ وہ لوگ تو باطل پر ہونے کے باوجود اپنے مذہب پر مضبوطی سے قائم ہیں، اور ہم حق پر ہو کے بھی اس کی ہمت نہیں کرتے، ایک دفعہ پولس میں کسی سکھ سے داڑھی منڈوانے کا حکم دیا گیا، وہ راضی نہیں ہوا اس نے کہا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا اس لئے کہ یہ میرے مذہب کا طریقہ ہے، بات بڑھ گئی اور مقدمہ عدالت میں چلا گیا بالآخر عدالت نے فیصلہ دیا کہ اس کو مذہبی آزادی حاصل ہے اور

داڑھی رکھنا اس کے مذہب کا طریقہ ہے، اس لئے اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا، لیکن آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ غیروں کے طور طریقوں کو عزت والا سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ بہت غلط خیال ہے، اس میں ہماری عزت ہرگز نہیں ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰہ بِالْاِسْلَامِ ہم ایسی قوم ہیں کہ جسے اللہ نے اسلام کے ذریعہ عزت دی ہے، یعنی عزت صرف اسلامی احکامات پر چلنے سے ملتی ہے، آج ہم نہ دین کے رہے نہ دنیا کے، یہ غیروں کے رستہ پر چلنے کا نتیجہ ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

## نظامِ رحمت دیکھئے

(۹۳) **فرمایا کہ:** اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو دنیا میں بھیجا تو اسی وقت یہ بھی بتلا دیا کہ ہمارے احکام تمہارے پاس آئیں گے، جس چیز کا حکم دیا جائے اس پر عمل کرو، اور جس سے منع کیا جائے اس سے بچتے رہو، پھر انبیاء کے ذریعہ سب احکام بھی بندوں کو بتلا دیئے گئے، دنیا میں امتحان کا اصول یہ ہے کہ پرچہ بنا کر چھپا دیئے جاتے ہیں اور عین موقعہ پر دیکر حل کرنے کو کہا جاتا ہے، اگر ذرا پہلے بھی کسی کو پرچہ معلوم ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ پرچہ آؤٹ ہو گیا، اب اس کو استعمال نہیں کیا جاتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کا نظامِ رحمت دیکھئے کہ اس نے پہلے سے ہم لوگوں کو سوالات کا پرچے دے دیئے ہیں کہ دیکھو! قیامت کے دن فُلاں فُلاں سوال ہوگا، پوچھا جائے گا کہ فُلاں کام کیوں کیا؟ فُلاں کام کیوں نہیں کیا؟ تاکہ ہم پرچہ حل کرنے کی تیاری پہلے ہی سے کر لیں، نیک کاموں کا اہتمام اور گناہ کی باتوں سے بچنا یہ طریقہ بھی بتلا دیا کامیابی کا، اس سے ہمارا کام آسان ہو گیا، ہم کو سوالات پہلے ہی سے معلوم ہو گئے ہیں، اب ہمارا کام پوری محنت سے اس کو حل کر لینا ہے، یعنی اوامر پر عمل اور گناہوں سے اجتناب۔

## نگاہ کو پاکیزہ رکھنے کی کوشش کریں

(۹۴) **فرمایا کہ:** بدنظری کرنا بہت بڑا گناہ ہے، شیطان کی تیروں میں سے ایک تیر ہے وہ بھی زہر آلود تیر ہے، آج عجیب حال ہوگیا ہے کہ راستوں میں پارکوں میں جہاں دیکھو بدنگاہی عام ہے، جوان لڑکیوں کو گھور گھور کر دیکھا جارہا ہے، حالانکہ یہی لوگ کوئی بوڑھی یا بدشکل عورت سامنے آجاتی ہے، تو لاَ حَوْلَ وَ لاَ قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ پڑھ کر نظر ہٹا لیتے ہیں، مگر بدنگاہی کے انجام سے نہیں ڈرتے ہیں، آدمی غور کرے کہ آخر وہ کس چیز پر مر رہا ہے، موت آئی یا زندگی ہی میں کوئی بیماری لگ گئی تو سب حسن و جمال خاک میں مل جائے گا تو اس سڑنے گلنے والی لاش پر نیت خراب کر کے اللہ کو، ناراض کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ ایک بزرگ کا ایک مرید تھا، ان بزرگ کی خادمہ یا باندی سے بدنظری کرنے لگا، شیخ کو اس حرکت کا اندازہ ہوگیا، اپنی خادمہ کو ''جمال گٹہ'' دیدیا، دو اتدبیر سے واقف ہوں گے، پاخانے آنے لگے تو فرمایا جب بھی ضرورت پیش آئے فلاں گھڑے ہی میں فارغ ہوجانا، دو دن میں گھڑا پورا پاخانے سے بھر گیا، ادھر اس عورت کا چہرہ بھی اُتر گیا، شکل بدل گئی، اب جب خادم نے اس کو دیکھا تو گھبرا گیا اور فوراً نظریں ہٹالیا، شیخ نے خادمہ سے کہا کہ وہ غلاظت کا گھڑا لے کر آؤ جب لے کر آئی تو اپنے خادم سے فرمایا یہ لے جا، خادمہ کا سارا حسن یہی ہے، جب تک یہ پاخانہ پیٹ میں تھا تجھے اس کی شکل بھلی معلوم ہوتی تھی، اور اس سے بدنگاہی کرتا تھا۔ بہرحال جب نفس و شیطان بدنظری کا تقاضہ کریں تو ان کو سمجھاؤ اور غور کرو کہ آخر کس چیز سے جی لگا رہے ہو، بس جی لگانے اور محبت کرنے کے قابل تو اللہ کی ذات ہے جس کے جمال کو کبھی زوال نہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا: علیؓ! پہلی نظر جو بلا ارادہ پڑ جاتی ہے وہ تو معاف ہے، لیکن اگر بالارادہ نظر ڈالو گے تو مواخذہ ہوگا، آج ہم لوگ نظر کی حفاظت نہیں کر رہے ہیں کہتے ہیں کہ بچنا نہیں ہو پا رہا ہے، کیسے

ہو سکے گا بھئی! جب ارادہ ہی نہیں کر رہے ہیں، ارادہ کر کے عمل شروع کرو تو سب آسان ہوگا

## حبِ دنیا کی مذمت

(۹۵) **فرمایا کہ:** حدیث شریف میں آتا ہے کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ دنیا کی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے، دنیا کی محبت جب آدمی کے اندر آتی ہے تو اس کے خاطر ہر اچھا بُرا کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، کیونکہ اللہ کا ڈر اور اس کا خوف دل میں نہیں رہتا اور اللہ کے پاس جواب دہی کا احساس ختم ہو جاتا ہے، ایسا آدمی کسی کا مال دبا لیتا ہے کسی کو دھوکہ دیتا ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے ظلم وزبردستی کرتا ہے یہ سب اس لئے کرتا ہے کہ عیش وآرام اور راحت کی ہر چیز مجھے مل جائے، چاہے کسی بھی طرح مل جائے، میں اچھا رہوں میرے گھر والے اچھے رہیں، ہر وقت بس یہی فکر کرتا ہے اس لئے حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مولانا عبدالباری ندویؒ فرمایا کرتے تھے کہ آج ہماری پوری زندگی کا خلاصہ بیت الخلاء اور باورچی خانہ کے سوا کچھ نہیں رہ گیا۔

## انسان کی حقیقت

(۹۶) **فرمایا کہ:** ایک بزرگ نے راستہ میں جاتے ہوئے کسی شخص کو نصیحت کی کہ بھائی زمین پر اس طرح اکڑ کر مت چلو وہ شخص غصہ سے کہنے گا اَمَا تَعْرِفُنِی کیا تو مجھے نہیں پہچانتا ہے؟ بزرگ نے فرمایا ہاں خوب جانتا ہوں کہ تیری ابتداء کیا ہے تیری انتہا کیا ہے تیری درمیانی پوزیشن کیا ہے؟ اس نوجوان نے کہا کہ اچھا بتائیے کیا ہے؟ بزرگ نے کہا کہ تیری ابتداء منی کا غلیظ قطرہ ہے جس کے نکلنے سے آدمی پر غسل واجب ہوتا ہے، اور تیری انتہاء مری ہوئی سڑی لاش ہے، یہ تو تیری ابتداء اور انتہا ہے اور موجودہ پوزیشن پیٹ میں پاخانہ پیشاب لیکر پھرتا ہے، اس کے علاوہ تیری اور کوئی حقیقت نہیں۔ اس کے باوجود انسان کا حال یہ ہیکہ ذرا عہدہ مل جائے تو مغرور ہو جاتا ہے جب تھوڑی سی دولت آجائے تو اپنی پہلی حالت کو

بھول جاتا ہے، اس لیئے مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ دنیا کو، دولت کو جیب میں صندوق میں تجوری میں رکھو لیکن دل میں نہ رکھو اس لئے کہ جب دولت آتی ہے تو آدمی اللہ کو بھول جاتا ہے اور جب اللہ کو بھول جاتا ہے تو طرح طرح کے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔

## گناہوں کی کثرت کی وجہ سے زلزلے آتے ہیں

(۹۷) **فرمایا کہ:** زلزلے گناہوں کے سبب سے آتے ہیں۔ اللہ نے زمین کے اندر گیس پیدا کر کے فرشتوں کے ہاتھوں میں دے دیا ہے، جب زمین پر گناہ کثرت سے ہونے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم کرتے ہیں کہ زمین کی ان رگوں کو پکڑ کر کھینچو، فرشتے کھینچتے ہیں تو پھر زمین میں زلزلہ آتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں بھی زلزلہ آیا تھا، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! فوراً توبہ واستغفار کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کر دے گا، اسی طرح حضرت عمرؓ کے دور میں جب زلزلہ آیا تو آپؓ نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان گناہوں میں مبتلاء ہو گئے ہیں۔ اے مسلمانو! فوراً توبہ واستغفار کرو اگر اس کے بعد بھی زلزلہ آیا تو پھر میں یہاں نہیں رہوں گا۔

## مال کا حصول برائے ضرورت ہو تو بہتر ہے

(۹۸) **فرمایا کہ:** حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کے دور میں مال کا رکھنا ناپسند سمجھا جاتا تھا لیکن اس زمانہ میں مال کا رکھنا مومن کیلئے ڈھال کی طرح ہے، اگر مومن کے پاس مال کچھ نہ ہو تو خدانخواستہ ایمان بھی کھو بیٹھتا ہے، پچھلے زمانہ میں بڑے بڑے بزرگوں کے پاس مال ہوتا تھا لیکن وہ حضرات مال کی محبت کو دل میں نہیں آنے دیتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک بہت بڑے تاجر تھے، اپنے ہی جہاز میں ایک ملک سے دوسرے ملک کو مال بھیجا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تقریر فرما

رہے تھے، تقریر کے دوران ہی یہ اطلاع ملی کہ آپ کا مال جس جہاز میں جارہا تھا وہ ڈوب گیا، حضرتؒ نے تھوڑی دیر کے لئے تقریر روکی اور فرمایا الحمدللہ! پھر تقریر شروع کردی اس زمانہ میں نہ فون تھا نہ فیکس، اگر کوئی خبر پہونچانا ہوتو کئی کئی مہینے لگ جاتے تھے۔ بہرحال کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخؒ پھر اسی طرح تقریر کررہے تھے کہ اطلاع ملی کہ آپ کا جہاز نہیں ڈوبا بلکہ کسی اور کا جہاز ڈوب گیا تھا۔ آپ کا جہاز مال فروخت کرکے نفع کے ساتھ واپس آرہا ہے۔ حضرت نے یہ بات سن کر تھوڑی دیر کے لئے تقریر روک دی اور فرمایا الحمدللہ! پھر تقریر شروع کردی، بعد میں کسی خادم نے یہ منظر دیکھ کر حضرت سے دریافت کیا کہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کا جہاز ڈوب گیا تو آپ نے الحمدللہ کہا اور جب دوسری مرتبہ یہ خبر ملی کہ آپ کا جہاز آرہا ہے تو اس پر بھی آپ نے تقریر روک کر الحمدللہ کہا۔ یہ کیا ماجرا ہے؟ تو حضرت نے فرمایا، مجھے جب یہ معلوم ہوا کہ جہاز ڈوب گیا تو میں نے اپنے نفس کی طرف دیکھا اور غور کیا کہ نفس کیا کہہ رہا ہے؟ دل میں بات آئی کہ یہ مال جس ذات نے دیا تھا اسی نے لے لیا ہے، اور جب دوسری مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ جہاز نہیں ڈوبا ہے بلکہ نفع کے ساتھ واپس آرہا ہے تو دیکھا کہ نفس کیا کہہ رہا ہے؟ کہیں اس کے اندر غرور تو نہیں پیدا ہوا؟ غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ ایسی کوئی کیفیت نہیں ہے تو اللہ کا شکر ادا کیا۔ دیکھئے! ان بزرگوں نے مال کی محبت کو دل میں جگہ نہیں دی اسلئے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ مال کو ہر جگہ رکھو مگر دل میں نہ رکھو۔

## مجاہدہ کی ضرورت

(۹۹) **فرمایا کہ:** سستی دور کرنے کے لئے کوئی منتر نہیں ہے، ہر شخص کو سستی رہتی ہے جب وہ سستی کو چھوڑ کر ہمت کرکے نوکری مزدوری کرنے کے لئے نکلتا ہے تو سستی دور ہوجاتی ہے سستی دور کرنے کے لئے ہمت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے، ہمت کریں گے تو سستی جائے گی۔

## مسنون دعاؤں کی عادت ڈالو

(۱۰۰) **فرمایا کہ:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ہر موقع پر دعا کا حکم دیا، جب کھانا کھانے کے لئے بیٹھو تو بسم اللہ کہہ کر شروع کرو، جب مسجد میں داخل ہو تو اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحمتِکَ، جب مسجد سے نکلو تو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ، جب سو کر اٹھو تو یہ دعا پڑھو، جب بیت الخلاء جاؤ تو یہ دعا پڑھو، جب نکلو تو یہ دعا پڑھو، الغرض ہر موقعہ پر دعا کی تلقین کی گئی، ہم لوگ غفلت سے چھوڑ دیتے ہیں، فرمایا اگر ہم بچوں کو بچپن سے ہی دعاؤں کی عادت ڈالیں گے، تو عادت ہو جائے گی، محبوبِ سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی والدہ ان کو ہمیشہ یہ کہتی تھیں کہ بیٹا! جو بھی چیز مانگنا ہو تو اللہ سے مانگ لو، اللہ ہی سب کچھ دینے والا ہے، اور ان کے گھر میں ایک محراب تھا، وقت پر اس میں کوئی نہ کوئی چیز رکھ دیتی تھیں، پانی پینا ہو تو پانی لے جا کر رکھ دیتی تھیں، کھانے کا وقت آتا تو کھانا رکھ دیتی تھیں، جب وہ کھانا یا پانی پوچھتے تو کہتی کہ بیٹا! اللہ سے مانگ لو، جب اللہ سے مانگتے تو فرماتیں کہ بیٹا! جاؤ، اللہ نے وہاں کھانا رکھ دیا ہے، اٹھا لو اس طرح وہ اپنے بچے کی تربیت کرتی تھیں، ایک دن وہ کھانا رکھنا بھول گئیں، اپنے وقت پر محبوبِ سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ نے اللہ سے کھانا مانگا اس کے بعد جا کر محراب میں ہاتھ ڈالا تو کھانا موجود تھا، لے کر کھانے لگے والدہ نے دیکھا تو پوچھا کہ بیٹا کھانا کہاں سے لا کر کھا رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اللہ نے دیا تو ہم بھی اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کریں اور ادعیہ ماثورہ بچپن ہی سے یاد کرا دیں تاکہ آگے چل کر وہ دعائیں پڑھنے کا اہتمام کرتے رہیں۔

## مناجاتِ مقبول کی ترتیب سے امت کو سہولت ہوئی

(۱۰۱) **فرمایا کہ:** مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ

اللہ کا فضل ہے کہ ہمارے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں جو دعائیں منقول ہیں اور جو ماثورات ہیں وہ سب کی سب مناجات مقبول میں جمع کر دیئے ہیں، ہر دن کے لئے ایک ایک منزل مقرر کر دی ہے، اس سے امت کو بڑی سہولت ہوگئی ہے، یاد میں بھی سہولت ہوگئی ہے، ورنہ ایک ایک دعا یاد کرنے کے لئے احادیث کی کتابیں اٹھا کر تلاش کرنا پڑتا۔

## سوءِ حفظ کی شکل میں گناہوں کا ایک وبال

(۱۰۲) **فرمایا کہ:** پہلے زمانہ میں استاد جو بھی پڑھاتا یا بولتا تو شاگرد فوراً اسے ذہن میں بیٹھا لیتا اور اسے یاد کر لیتا، آج یاد کرنے کی بھی توفیق نہیں ہے، یاد بھی کرتے ہیں تو یاد نہیں ہوتا، ہمارے حافظے بہت کمزور ہوگئے ہیں، کیونکہ ہم گناہ زیادہ کرتے ہیں، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنے استاذ سے سوءِ حفظ کی شکایت کی تو استاد نے گناہوں کو چھوڑنے کی تلقین فرمائی شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعٍ سُوْءَ حِفْظِیْ، فَاَوْصَانِیْ اِلٰی تَرْکِ المعَاصِیْ، فَاِنَّ الحِفْظَ فَضْلٌ مِّنْ اِلٰھِیْ، وَفَضْلُ اللہ لَا یُعْطٰی لِعَاصِیْ! گناہوں کو چھوڑ دو کیوں کہ علم وحفظ اللہ کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے، اللہ اپنا فضل کسی گنہگار کو نہیں دیتا۔

## گناہ کا ایک بڑا نقصان

(۱۰۳) **فرمایا کہ:** حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ فرماتے تھے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے تب بھی اس کو دنیا میں گناہ کا وبال بھگتنا پڑتا ہے، دل میں بار بار گناہ کے تقاضے پیدا ہوتے ہیں کہ تو فلاں دن فلاں گناہ کیا، اس گناہ میں تجھے اتنا مزہ آیا تھا، اس طرح دل میں خیالات آتے ہیں اور آدمی پھر گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔ آدمی ہر وقت اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کی فکر کرے، ایک مرتبہ بھی گناہ ہو جائے تو دل پر

دھبہ بیٹھ جاتا ہے اور بار بار گناہوں کے تقاضوں کو یاد دلاتا ہے۔ اسلئے ہر گناہ کو حرام سمجھے کسی گناہ کے قریب بھی نہ جائے۔

## شکر کی حقیقت

(۱۰۴) **فرمایا کہ:** ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ سے ان کے شیخ حضرت شبلیؒ نے سوال کیا کہ شکر کی حقیقت کیا ہے؟ تو جواب میں حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا شکر یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمت کو اس کی نافرمانی میں خرچ نہ کرے۔ اس جواب کو سن کر شیخ بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ تم نے یہ جواب کہاں سے حاصل کیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے کہا کہ حضرت آپ ہی کی صحبت سے حاصل کیا۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ کی نعمت کو اس کی نافرمانی میں خرچ نہ کرے۔ آنکھ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کریں، بدنظری اور ٹی وی دیکھنے سے بچائے، اگر آنکھ کو غلط راستہ میں خرچ کروگے تو یہ اللہ کی نعمت کی ناقدری و ناشکری ہوگی۔ کان اللہ کی نعمت ہے، اس کان سے اللہ و رسول کی تعلیمات کو سنے اور اس پر عمل کرے، گانا اور غیبت سننے سے کان کی حفاظت کرے، اگر کان کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کروگے تو اللہ کی نعمت کی ناقدری ہوگی۔ زبان اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس زبان سے قرآن و حدیث پڑھے، اللہ کے ذکر سے تر رکھے، اچھی باتیں کرے، بری باتوں سے پرہیز کرے، جھوٹ، غیبت، گالی گلوج سے زبان کو بچائے۔ اگر زبان کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کروگے تو اللہ کی نعمت کی ناشکری و ناقدری ہوگی۔ الغرض اللہ کی تمام نعمتوں کو اس کی اطاعت میں خرچ کریں اور معصیت سے بچائیں۔

## بچوں کی اس طرح تربیت کرو!

(۱۰۵) **فرمایا کہ:** سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں تین یا چار

برس کا تھا تو میں نے اپنے ماموں کو نماز پڑھتے دیکھا تو ماموں کہنے لگے اے سہل! میں تم کو ایک عمل بتاتا ہوں کہ تم دل ہی دل میں اللہ حاضری ،اللہ ناظری، اللہ معی، تین دفعہ پڑھ لیا کرو۔ حضرت سہل تستری اسی طرح پڑھتے رہے، چند دن کے بعد ماموں نے پوچھا کہ اے سہل! کیا تم اس وظیفہ کو پڑھتے ہو؟ تو کہنے لگے ہاں میں پڑھتا ہوں اور اس سے مجھے مزہ بھی آتا ہے، یہ جواب سن کر ماموں نے کہا اب زبان سے ادا کر کے سات دفعہ پڑھ لیا کرو، اس طرح یہ عمل بھی کرتے رہے، اس کے بعد ماموں نے کہا اے سہل! جب اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں، حاضر ہیں اور اللہ تعالیٰ ساتھ ہیں تو کیا اس کی نافرمانی کرو گے؟ اس کے جواب میں سہل تستریؒ نے کہا کہ ہرگز نافرمانی نہیں کروں گا۔ تو ماموں نے کہا کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ یہ حضرات بچوں کی اس طرح تربیت کیا کرتے تھے۔

## نیک کام کی توفیق، اللہ کی عطا ہے

(۱۰۶) **فرمایا کہ:** اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ جو نیکی بھی تم کرتے ہو وہ اللہ کی طرف سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اللہ کی توفیق ہے جب تک اللہ تعالیٰ توفیق نہ دے انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ انسان عبادت کر کے ناز نہ کرے کہ میں نے فلاں فلاں عبادت کی بلکہ آدمی تو یہ سوچے کہ عبادت کی توفیق کس نے دی؟ اللہ تعالیٰ عبادت کی توفیق دیے بغیر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے، ہماری عبادتوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے ہم تھوڑی تھوڑی عبادت کر کے ناز کرتے ہیں کہ ہم نے بھی کچھ کیا ہے۔ حالانکہ ہم کیا ہماری عبادت کیا؟ اولیاء اللہ بزرگانِ دین بڑی بڑی عبادت کر کے بھی گھبراتے تھے، ڈرتے تھے کہ کہیں یہ عبادت اللہ تعالیٰ کے پاس ناقابلِ قبول ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! میری اس چھوٹی سی عبادت اور نیکی کو قبول فرما لے۔ یہاں تک کہ جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہم السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر کر رہے تھے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا

کررہے تھے کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ کہ اے پروردگار! ہماری اس عبادت کو قبول فرما۔

## ہمارا معبود تو اللہ ہی ہے

(۱۰۷) **فرمایا کہ:** ایک ہندو نے کسی بزرگ سے سوال کیا کہ ہم تو پتھروں کی عبادت کرتے ہیں اور کعبۃ اللہ بھی پتھر سے بنا ہوا ہے تو تم بھی پتھر کی عبادت کرتے ہو تو ان بزرگ نے جواب دیا کہ ہم لوگ تو اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کے حکم کی تابعداری کرتے ہیں اور اللہ کا حکم ہے کہ کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر میری عبادت کرو ہم اس حکم کو بجالاتے ہوئے کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے عبادت کرتے ہیں، ہمارا معبود کعبۃ اللہ نہیں ہے، ہمارا معبود تو اللہ ہی ہے، اور تم لوگوں نے پتھروں کو ہی معبود بنالیا ہے۔ اس جواب سے وہ آدمی خاموش ہو گیا۔

## ایک اشکال اور جواب

(۱۰۸) **فرمایا کہ:** اللہ تعالیٰ نے تعمیر کعبہ کا قرآن مجید میں ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ یہاں اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تعمیر کعبہ کا کام حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام دونوں نے مل کر انجام دیا؛ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آیت میں دونوں کا تذکرہ ایک ساتھ نہیں فرمایا بلکہ دو تین الفاظ کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نام لایا گیا، اس کے جواب میں علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کا نام یکساں نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کررہے تھے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اینٹ وغیرہ اٹھا کر ساتھ دیتے تھے گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام مستری اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ساتھ دینے والے۔

## نعمتوں کا صحیح استعمال کرو

(۱۰۹) **فرمایا کہ:** آنکھ زبان کان یہ سب اللہ کی مشینیں ہیں، اللہ کی نعمتیں ہیں، اب بندہ کو اختیار ہے کہ ان نعمتوں کو اور مشینوں کو اچھی جگہ استعمال کر کے فائدہ اٹھائے یا بری جگہ استعمال کر کے نقصان کر لے، جو ان نعمتوں کو اللہ کی خوشنودی میں استعمال کرتا ہے وہ دنیا وآخرت میں کامیاب رہے گا، اس کو فائدہ ہی فائدہ ہوگا اور اگر کوئی ان مشینوں کو اللہ کی ناراضگی و نافرمانی میں خرچ کرے گا تو نقصان ہی نقصان اٹھائے گا، اس لیے اللہ کی نعمتوں کو غلط جگہ استعمال مت کرو، یہ اللہ کی نعمتوں کی ناقدری ہے۔

## تقویٰ، رزق کی کشادگی کا ضامن

(۱۱۰) **فرمایا کہ:** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ جو اللہ سے ڈرتا ہے، تقویٰ اختیار کرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرتے ہیں جس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا، قرآن کریم جس تقویٰ کا حکم دیتا ہے، جب صحابہ کرامؓ نے اس کو اپنایا تھا تو اللہ تعالیٰ حسبِ وعدہ ان کو غیب سے رزق عطا فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند صحابہؓ کو جنگ کے لیے روانہ کیا، ان کے ساتھ سفری توشہ کھجور پانی وغیرہ جو تھا وہ چند ہی دن میں ختم ہو گیا، صحابہ کرامؓ کی بھوک سے حالت خراب ہونے لگی، یہاں تک نوبت پہونچی کہ کھجور کی گٹھلی کو چوس کر پانی پی لیتے تھے، اسی حالت میں کئی دن گذر گئے۔ بھوک کی شدت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اُن صحابہ کرامؓ کے لیے سمندر سے ایک بہت بڑی مچھلی کو باہر پھینک دیا، اس مچھلی کی ایک ہڈی اتنی بڑی تھی کہ اگر اس کو کھڑا کر دیں اور اونٹ کے اوپر سوار ہو کر کوئی گذرنا چاہے تو اس کے نیچے سے بہ آسانی گذر سکتا تھا، اندازہ لگائیے کہ ایک ہڈی اتنی بڑی ہو تو وہ مچھلی کتنی بڑی ہوگی۔ صحابہ کرامؓ اس مچھلی کو کئی دن تک کھاتے رہے۔ جنگ

ختم ہونے تک وہ مچھلی ان کی غذا تھی، جنگ ختم ہونے کے بعد صحابہ کرامؓ جب مدینہ منورہ واپس ہوئے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تمام واقعہ سنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میرے لیے بھی وہ مچھلی لائے ہو؟ تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہاں اور مچھلی کا گوشت سامنے کر دیا ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس مچھلی سے تناول فرمایا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تقویٰ پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے غیب سے روزی عطا فرماتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ تقویٰ گناہوں سے بچنے کا نام ہے۔

## استقامت یہ ہے

(۱۱۱) **فرمایا کہ:** اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ بیشک وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے، صرف یہ کہہ کر خاموش نہیں رہتے بلکہ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر اس پر استقامت سے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج کر انہیں تسلی اور خوشخبری دیتا ہے۔ استقامت کس کو کہتے ہیں؟ استقامت یہ ہے کہ بندہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کی پوری پوری پیروی کرے اور سب سے بڑی استقامت یہ ہے کہ بندہ گناہ کو چھوڑ دے، گناہ کے قریب بھی نہ جائے، پس جو ایمان اور اس کے تقاضوں پر استقامت سے رہتا ہے تو فرشتے موت کے وقت اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا نہ ڈرو نہ خوف کھاؤ اور نہ غمگین ہو اور اس کو جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ایمان لانے کے بعد استقامت سے رہیں، احکاماتِ خداوندی کو مضبوطی سے تھامے رہیں۔

## اپنے کو حقیر سمجھو

(۱۱۲) **فرمایا کہ:** حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْراً۔ اے اللہ! مجھے میری آنکھوں میں چھوٹا بنا۔ وَفِیْ

اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیراً اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا بنا۔ اس دعا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ بندہ اگر اپنے آپ کو کمتر اور حقیر سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی نظر میں عزت عطا فرماتے ہیں اور اگر کوئی اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

## اولیاء اللہ کا تواضع

(۱۱۳) **فرمایا کہ:** بزرگانِ دین اولیاء اللہ اپنے آپ کو بالکل حقیر اور دوسروں سے کمتر سمجھتے تھے، حتی کہ جانوروں سے بھی بدتر سمجھتے تھے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ بتاؤ میرا کتا بہتر ہے یا تم بہتر ہو؟ تو ان بزرگ نے جواب میں فرمایا اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے تو میں بہتر ہوں۔ اگر میرا خاتمہ ایمان پر نہ ہو تو تیرا کتا بہتر ہے۔ ایک بزرگ کو ایک عورت روزانہ چھیڑتی تھی اور کہتی تھی کہ بتاؤ میرے بکرے کی داڑھی اچھی ہے یا تمہاری داڑھی اچھی ہے؟ تو ان بزرگ نے جواب میں فرمایا کہ فیصلہ ابھی نہیں ہوگا۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا اور یہ بزرگ اسی طرح جواب دیتے رہے، جب ان بزرگ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹوں اور شاگردوں سے یہ وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے غسل دے کر اور کفن دینے کے بعد اس عورت کے گھر کے قریب لے جانا۔ چنانچہ لوگ وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ اٹھا کر اس عورت کے گھر کے قریب لے جا رہے تھے، اتنے میں وہ بزرگ کچھ حرکت میں آ گئے تو فوراً جنازہ کو اُتار کر نیچے رکھا گیا، تب ان بزرگ نے اٹھ کر اس عورت سے کہا کہ الحمدللہ میری داڑھی تیرے بکرے کی داڑھی سے اچھی ہے، یہ فرما کر پھر لیٹ گئے۔ اولیاء اللہ ہمیشہ اپنی عاقبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور خاتمہ بالخیر تک کسی مقام و مرتبہ سے دھوکہ نہیں کھاتے۔

## مساجد کی بے حرمتی

(۱۱۴) **فرمایا کہ:** مساجد میں دنیوی باتیں کرنا ناجائز ہے۔ آج کل لوگوں میں یہ حالت عام ہے کہ مساجد میں آ کر دنیوی باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ نکاح کی مجلس میں آ کر اور جنازہ کے بعد مسجد میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے ہیں، یہ سب ناجائز ہے۔ مساجد میں دنیوی باتیں نہ کریں۔ جب کوئی مسجد میں دنیوی باتیں کرتا ہے تو پہلی مرتبہ فرشتے کہتے ہیں: اُسکُتْ یَا وَلِیَّ اللہ! اے اللہ کے ولی! خاموش رہ۔ جب وہ خاموش نہیں رہتا اور دنیوی باتوں میں مشغول رہتا ہے تو فرشتے پھر کہتے ہیں: اُسکُتْ یَا بَغِیْضَ اللہ! اے اللہ کو ناراض کرنے والے! خاموش رہ، پھر اس مرتبہ بھی خاموش نہیں رہتا تو کہتے ہیں: اُسکُتْ عَلَیْکَ لَعْنَۃُ اللہ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، خاموش رہ۔ دیکھئے کتنا سخت لفظ ہے جو فرشتہ کہتا ہے بہرحال! مساجد کے اندر دنیا کی باتیں نہ کریں، مسجد سے باہر یا حوض کے پاس آ کر بات کی گنجائش ہے، لیکن پھر بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔

## اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں مزہ کب آئے گا؟

(۱۱۵) **فرمایا کہ:** محبت سے ہر کڑوی چیز میٹھی معلوم ہوتی ہے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرلیں گے اور ہم میں اللہ سے وہ محبت پیدا ہو جائے گی تو گناہوں میں جو مزہ ملتا ہے وہ ہمیں بُرا لگے گا۔ ہم لوگوں کو اللہ کی نافرمانی میں مزہ ملتا ہے، گناہوں میں مزہ ملتا ہے، اور اللہ والوں کو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں مزہ ملتا ہے۔ ہم تو اللہ ورسول کے احکامات سے بھاگتے ہیں، اس لیے اللہ ورسول کے احکامات ہم کو کڑوے معلوم ہوتے ہیں، لیکن جب ہم ذرا اللہ ورسول سے محبت پیدا کرلیں گے تو یہی کڑوی چیز ہمارے لیے مزے دار بن جائے گی اور گناہوں کا چھوڑنا بہت آسان ہو جائے گا۔

## گناہ ہونے پر اللہ والوں کی حالت

(۱۱۶) **فرمایا کہ:** لوگ گناہ کر کے فخر سے کہتے ہیں کہ مجھے گناہ کرنے کا ایک چانس مل گیا اور اگر اللہ والوں سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ فوراً گھبرا جاتے ہیں اور خوفِ خدا سے کانپنے لگتے ہیں، ایک صحابیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آ کر کہا یا رسول اللہ! طَهِّرْنِیْ فَقَدْ اَهْلَكْتُ مجھے پاک کر دیجئے کہ میں ہلاک ہو گیا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے کسی عورت کا بوسہ لیا ہو گا یا کسی عورت کو چھوا ہو گا؟ جاؤ اللہ سے توبہ و استغفار کرو، اللہ تمہیں معاف کر دے گا۔ وہ صحابیؓ کہنے لگے مجھ سے تو زنا ہو گیا، مجھ کو پاک فرما دیجئے۔ جب اس بات کا کھل کر انہوں نے اظہار کر لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا کہ کیا تمہاری شادی ہو گئی ہے؟ تو ان صحابیؓ نے کہا کہ ہاں میں شادی شدہ ہوں۔ شادی شدہ ہونے کی صورت میں شریعت میں سنگسار کر دینے کا حکم ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سنگسار کرنے کا حکم فرمایا جب ان پر سنگساری شروع ہوئی اور وہ بھاگنے لگے تو صحابہؓ انہیں فوراً پکڑ لائے اور سنگسار کیا، جب بدن سے خون نکلنا شروع ہوا، اور ایک صحابیؓ کے کپڑوں پر خون کا ایک قطرہ گر پڑا تو ان صحابیؓ نے ناگواری کا اظہار فرمایا اور زبان سے کچھ نکل بھی گیا مثلاً تھو تھو، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آج ماعز نے ایسی توبہ کی جو آج تک کسی نے نہیں کی، اگر ان کی توبہ کو مدینہ والوں پر تقسیم کر دیا جائے تو تمام مدینہ والوں کی مغفرت ہو جائے گی۔ صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہ گناہوں سے بہت بچتے تھے، جس کی وجہ سے گناہ ان کو کڑوا معلوم ہوتا تھا، ہم بھی اللہ سے محبت پیدا کر لیں گے تو ہمارے لیے بھی شریعت پر چلنا آسان ہو جائے گا۔ ہم شریعت سے دور بھاگتے ہیں، اس لیے ہم کو گناہوں سے مزہ معلوم ہوتا ہے۔

مجلس میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ فرض نماز کے بعد پیشانی پر جو ہاتھ رکھتے ہیں کیا وہ دھول مٹی دور کرنے کے لیے رکھتے ہیں؟ تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ دھول مٹی دور

کرنے کے لیے نہیں بلکہ فرض نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا چاہیے: بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی الْھَمَّ وَالْحُزْنَ۔

## ایک مسنون دعا

(۱۱۷) **فرمایا کہ:** وضو کے دوران ایک مسنون دعا ہے اور وہ دعا ہے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔ اس دعا کے تین حصے ہیں۔ ایک حصہ دعا کا آخرت کے لیے ہے، یعنی اے اللہ! تو میری مغفرت فرما۔ اور دو حصے دعا کے دنیا کے لیے ہیں، ایک ہے وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ میرے گھر کو وسیع فرما۔ فرمایا کہ کیسی جامع دعا ہے کہ پہلے مغفرت کے لیے دعا، اس کے بعد گھر کو وسیع کرنے کی دعا، جب گھر کشادہ ہوگا، روم وغیرہ زیادہ ہوں گے تو مہمان بھی کثرت سے آئیں گے اور اخراجات بڑھ جائیں گے تو تیسری دعا کی کہ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ میرے رزق میں برکت عطا فرما یا۔ اس دعا میں کیسا عجیب مضمون بیان کیا گیا ہے۔ مسنون یہ ہے کہ ہر مومن وضو کے وقت اس دعا کو پڑھتا رہے۔

## تواضع کی حقیقت

(۱۱۸) **فرمایا کہ:** تواضع یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو حقیر و کمتر سمجھے، اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہ جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اونچا کر دیتے ہیں، عزت عطا فرماتے ہیں۔ جس شخص کے پاس کوئی ہنر ہوتا ہے تو وہ فوراً اپنے ہنر پر ناز کرتا ہے کہ مجھے فلاں فلاں ہنر حاصل ہے، حالاں کہ جو بھی ہنر حاصل ہو تو اسے اللہ کا فضل سمجھنا چاہیے کہ اللہ نے مجھے یہ ہنر اور یہ علم عطا کیا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ سمجھے بلکہ اپنے آپ پر ناز کرے تو اللہ تعالیٰ اس ہنر اور فضل کو فوراً ختم کر دیتے ہیں۔

## اپنے علم وعمل پر ناز نہ کرو

(۱۱۹) **فرمایا کہ:** حدیث شریف میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کسی وادی یا جنگل میں جا کر عبادت میں مشغول ہو گیا اور پانچ سو برس عبادت کرتا رہا، اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے اس کے قریب ایک انار کا درخت اُگا دیا اور ایک چھوٹا سا چشمہ جاری کر دیا، وہ روزانہ ایک انار توڑ کر کھا لیتا اور ایک گلاس پانی پی کر عبادت میں مشغول ہو جاتا۔ جب اس کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! میری آرزو اور خواہش یہ ہے کہ آپ مجھے سجدہ کی حالت میں موت عطا فرمائیے اور اسی حالت میں مجھے قیامت تک رکھئے، اور اس نے یہ بھی خواہش کی کہ کوئی انسان یا جانور بھی یہاں سے نہ گذرے، دنیا میں آج بھی وہ جگہ موجود ہے۔ سائنس جتنی چاہے ترقی کر لے، لیکن اس جگہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ جب بھی میں آسمان سے آتا ہوں تو اس شخص کو اسی حالت میں پڑا ہوا دیکھتا ہوں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن اُٹھائیں گے اور فرمائیں گے کہ جا میں نے تجھے آج اپنی رحمت سے بخش دیا، تو وہ شخص کہے گا میں نے پانچ سو برس عبادت کی، اس کے بدلہ میں تو میری مغفرت ہونا ہی چاہیے، اس میں آپ کی رحمت کا کیا دخل ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے اے فرشتو! اس شخص کو تھوڑی دیر کے لیے جہنم کے اطراف چکر لگا کر لے آؤ۔ فرشتے جب اسے لے جائیں گے تو وہ پیاس سے بے تاب ہو جائے گا اور پانی کے لیے بے چین ہو گا تو غیب سے ایک ہاتھ آئے گا اور اس ہاتھ میں ایک گلاس پانی ہو گا، جب وہ پانی کو دیکھ کر آگے بڑھے گا تو وہ ہاتھ غائب ہو جائے گا۔ پھر پانی کے لیے چیخے گا تو غیب سے پھر ایک ہاتھ آئے گا تو وہ شخص پانی کے لیے آواز دے گا تو غیب سے آواز آئے گی کہ پانی کی قیمت ہے، مفت

میں نہیں ملے گا تو وہ شخص کہے گا کہ میرے پاس پانچ سو برس کی عبادت ہے، اس کو لے کر ایک گلاس پانی دے دو۔ چنانچہ وہ پانچ سو برس کی عبادت دے کر ایک گلاس پانی پی لے گا۔ اب اس کے سارے اعمال ختم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کہ میں پانچ سو برس تک روزانہ تجھے انار دیتا رہا اور ایک میٹھا چشمہ بھی جاری کر دیا تھا، جس سے تو سیراب ہوتا تھا، اب اس کا بدلہ دے۔ چونکہ اب تو اس کے پاس کچھ بھی نیکیاں نہ ہوں گی تو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اے فرشتو! اس کو جہنم میں ڈھکیل دو، ارے کمبخت! میں نے ہی تجھے عمل کی توفیق دی تھی، اب تو اپنے اوپر ناز کرتا ہے، جا تجھے جہنم میں ڈھکیل دیا جاتا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ کوئی اپنے علم و عمل یا ہنر پر ناز نہ کرے، بلکہ اللہ کا فضل سمجھتا رہے۔

## پردہ کرنا شریعت کا حکم ہے

(۱۲۰) **فرمایا کہ:** آج کل جب کوئی بوڑھی عورت نظر آتی ہے تو نظریں فوراً نیچی کر لیتے ہیں، لاحول پڑھتے ہیں اور اگر کوئی جوان عورت سامنے آجائے تو نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ نہ جوان عورتوں سے پردہ کرتے ہیں اور نہ بوڑھی عورتوں سے، اور غضب یہ ہے کہ بعض لوگ عمر رسیدہ بوڑھیوں سے پردہ ضروری نہیں سمجھتے۔ یاد رکھئے! جس طرح جوان عورتوں سے پردہ کرنا ضروری ہے اسی طرح بوڑھیوں سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے۔ ایک بزرگ کے پاس بوڑھی عورت حاضر ہوئی تو ان بزرگ نے فرمایا کہ پردہ کرو، اس بڑھیا نے جواب دیا کہ حضرت آپ بھی بوڑھے ہیں اور میں بھی بوڑھی ہوں پھر پردہ کی کیا ضرورت ہے؟ ان بزرگ نے جواب میں فرمایا کہ واقعی میں بھی بوڑھا ہوں تم بھی بوڑھی ہو، لیکن شریعت تو بوڑھی نہیں ہوئی، شریعت جوان ہے، اس کا حکم ہے کہ پردہ کریں۔

## غصہ کو قابو میں رکھنے کا فائدہ اور اُس کے حدود

(۱۲۱) **فرمایا کہ:** حدیث شریف میں آتا ہے کہ مَنْ کَفَّ غَضَبَهٗ کَفَّ اللّٰہ عَنْهُ

عَذَابَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ جو شخص غصہ کو ضبط کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کے عذاب کو قیامت کے دن روک دیں گے۔ غصہ کا آنا بھی برا ہے نہ آنا بھی برا ہے۔ غصہ کا آنا اس وقت برا ہے جب کہ غصہ اپنے نفس کو خوش کرنے کے لیے ہو، صحابہ کرامؓ اور اولیاءِ عظامؒ اپنے نفس کو خوش کرنے کے لیے غصہ نہیں کرتے تھے۔ اور غصہ کا نہ آنا اس وقت برا ہے جب کہ کوئی شریعت کے خلاف کام کر رہا ہو، مثلاً بیوی بے پردہ پھر رہی ہے، بچے ٹی وی (TV) دیکھ رہے ہیں، غلط طریقے پر چل رہے ہیں تو ایسے موقعہ پر غصہ کرنا چاہیے، اگر یہاں غصہ نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا، ہاں غصہ پر کنٹرول کرنا چاہیے، اگر کسی کو غصہ نہ آئے تو انسانیت کے خلاف ہے، ایسے ہی اگر کوئی اللہ اور رسول کا مذاق اُڑا رہا ہے تو غصہ نہ آنا ایمان کے خلاف ہے۔

## ریاکاری کی بہت سی قسمیں ہیں

(۱۲۲) **فرمایا کہ:** ریاکاری کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ایک ہوتا ہے ریا، دوسرا ہے سُمعہ۔ سُمعہ کہتے ہیں کہ کوئی ریاکاری کا عمل کر کے یہ خواہش رکھے کہ میری شہرت ہو جائے مثلاً کوئی شخص مسجد میں یا کسی مجمع میں لمبی لمبی نمازیں پڑھے اور دل میں یہ خواہش رکھے کہ لوگ مجھے بہت بڑا عابد و زاہد سمجھیں، اس میں دو برائیاں ہیں، ایک سمعہ دوسرے ریا، جب دونوں چیزیں جمع ہو جائیں یا ایک چیز بھی ہو تو عمل قابلِ قبول نہ رہے گا۔

## عمل میں اخلاص پیدا کرنا چاہیئے

(۱۲۳) **فرمایا کہ:** ایک بزرگ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر لمبی لمبی نمازیں پڑھنے لگے اور جب کھانے کا وقت آیا تو بہت مختصر کھانا کھا کر اُٹھ گئے۔ ادھر بادشاہ اصرار کرتا رہا اور وہ بزرگ انکار کرتے رہے۔ جب گھر واپس آئے تو بیوی سے کہا جلدی کھانا رکھ دو تو ان کی بیوی نے سوال کیا کہ کیا آپ بادشاہ کے دربار میں کھا کر نہیں آئے؟ ان بزرگ

نے جواب دیا کہ تھوڑا کھا کر آیا ہوں تا کہ آئندہ کام آئے یعنی یہ لوگ میری عزت وعظمت کریں کہ یہ بزرگ بہت مختصر کھاتے ہیں اور عمل بہت کرتے ہیں۔ ان بزرگ کا بیٹا باز و ہی بیٹھا ہوا تھا، کہنے لگا ابا جان! وہ نماز بھی دہرا لیجئے تا کہ آخرت میں کام آئے، اس لیے کہ آپ بادشاہ کو دکھانے کے لیے پڑھ رہے تھے، بہر حال عمل میں اخلاص ہونا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَخْلِصْ دِیْنَکَ یَکْفِیْکَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْعَمَلِ دین میں اخلاص پیدا کرلو تو تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے، اگر کوئی کام اخلاص سے نہیں بلکہ ریا کاری سے کرے گا تو وہ عمل نا قابلِ قبول ہوگا۔

## ریا کاری اعمال کو برباد کر دیتی ہے

(۱۲۴) **فرمایا کہ:** حدیث میں آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب سے پہلے مجاہد کو بلائیں گے اور مجاہد سے سوال کریں گے کہ تو نے کیا عمل کیا؟ وہ مجاہد عرض کرے گا کہ اے اللہ! میں نے تیرے راستہ میں جہاد کیا اور شہید ہوا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے تو جھوٹا ہے تو دینِ اسلام کو بلند کرنے کے لیے جہاد نہیں کیا بلکہ تو نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ تجھے بڑا جری پہلوان کہیں، تو نے لوگوں کی زبان سے پہلوانی سن لی۔ اب جا تیرا ٹھکانہ جہنم ہے اور فرشتوں سے کہیں گے کہ اس کو لے جا کر جہنم میں ڈھکیل دو پھر اللہ تعالیٰ حافظِ قرآن کو بلائیں گے اور اس سے کہیں گے کہ تو نے کیا عمل کیا؟ وہ حافظ عرض کرے گا کہ خدایا! میں نے دن رات قرآنِ کریم کی تلاوت کی، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹ کہتا ہے تو قرآن اس لیے پڑھتا تھا کہ لوگ تجھے حافظ کہیں، قاری کہیں، تو نے لوگوں کی زبان سے حافظ اور قاری سن لیا، فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اے فرشتو! لے جاؤ اس شخص کو جہنم میں ڈھکیل دو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ مال دار کو بلائیں گے اور سوال کریں گے کہ کیا میں نے تجھے مال و دولت سے نہیں نوازا تھا؟ وہ عرض کرے گا کہ نوازا تھا، اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ

اس مال کا کیا کیا؟ وہ مال دار عرض کرے گا کہ میں نے تیرے راستے میں صدقہ وخیرات کیا۔ یتیموں اور بیواؤں پر خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹا ہے، تو نے میری رضا کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کیا کہ لوگ تجھے بڑا سخی اور خرچ کرنے والا کہیں، اس نیت سے خرچ کیا تھا، لوگ دنیا میں تجھے وہ سب کچھ کہہ چکے، جا اب تیرے لیے کوئی ثواب نہیں۔ اور فرشوں کو حکم ہوگا کہ اس کو بھی جہنم میں ڈھکیل دو۔ معلوم یہ ہوا کہ ریا کاری والا عمل انسان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے، اس لیے ریا کاری سے بچنا اور دین میں اخلاص پیدا کرنا ضروری ہے۔ بغیر اخلاص کے کوئی عمل قابلِ قبول نہ ہوگا۔

## ظاہری اور باطنی گناہ کی تفصیل اور لوگوں کی حالت

(۱۲۵) **فرمایا کہ:** اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: **وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ** ظاہری اور باطنی گناہوں کو چھوڑ دو۔ ظاہری گناہ کیا ہیں؟ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، نماز نہ پڑھنا، روزہ نہ رکھنا، حج فرض ہونے پر بھی نہ کرنا، سود لینا، حرام مال کمانا، شراب پینا، زنا کرنا، چوری کرنا، یہ سب ظاہری گناہ ہیں۔ باطنی گناہ کیا ہیں؟ حسد، کبر، بغض، غصہ، کینہ، عداوت، خود پسندی، حبِ مال، حبِ جاہ، یہ سب باطنی گناہ ہیں۔ بعض لوگ وہ ہیں جو صرف ظاہری گناہ سے دور رہتے ہیں، لیکن باطنی گناہ سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض وہ ہیں جو ظاہری گناہ کرتے ہیں اور باطنی گناہ سے نہیں بچتے، یہ طریقہ بھی ٹھیک نہیں، دونوں گناہوں سے بچنا ضروری ہے، ظاہری اور باطنی دونوں گناہوں سے ہلاکت کا خطرہ ہے، دونوں سے بچنا چاہیے۔

## ظاہری گناہوں کا نقصان اور اُن کا علاج

(۱۲۶) **فرمایا کہ:** شیطان بہت بڑا مکار اور دھوکہ باز ہے، شیطان یہ کہتا ہے کہ گناہ کرنے میں مزہ آتا ہے، یہ بہت بڑا دھوکہ ہے، گناہوں میں مزہ نہیں آتا، گناہوں میں عیش

وعشرت نہیں ہے، جولوگ ظاہری گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں مثلاً شراب، زنا وغیرہ تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ ہم اُن لوگوں کو دنیا ہی میں چھوٹا عذاب چکھاتے ہیں، بڑا عذاب تو آخرت میں ہوگا۔ عذابِ ادنیٰ کیا ہے؟ مثلاً جولوگ شراب پیتے ہیں اور اُس کے عادی ہوجاتے ہیں تو اُن لوگوں کے بدن میں قسم قسم کی تکالیف شروع ہوجاتی ہیں، کسی کو انتڑی کی تکلیف، کسی کا پھیپسا خراب، اس طرح کی مختلف تکلیفوں میں ملوث ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح جو جوانی میں بدکاری زنا کاری میں مبتلا ہوجاتا ہے تو آگے چل کر اُس کی سزا بھگتنا پڑتا ہے، یہ عذابِ ادنیٰ ہے، بہرحال گناہوں سے بچنے میں ہی سکون واطمینان ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو سکون ملتا ہے۔ سکون واطمینان حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کو یاد کرو۔ یعنی اللہ کے احکامات کو بجالاؤ اور جن چیزوں سے منع کیا ہے اُس سے رُک جاؤ اور گناہ سے بچتے رہو۔

## سلوک کے چار طریقے

(۱۲۷) **فرمایا کہ:** سلوک کے چار طریقے ہیں۔ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا طریقہ ہے، چشتیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا طریقہ ہے، نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کا طریقہ ہے، سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کا طریقہ ہے۔ جس طرح طبی امراض کے علاج کے لے چار طریقے ہیں ہومیو پیتھک، ایلو پیتھک، یونانی اور ایورویدک، اسی طرح سلوک کے بھی چار طریقے ہیں۔ جس طرح طبی امراض میں ہر طب والا اپنے علم کے مطابق دوا دیتا ہے، علاج کرتا ہے، انگریزی ڈاکٹر ایک دوا دیتا ہے، یونانی ڈاکٹر ایک دوا دیتا ہے، ہومیو پیتھک ڈاکٹر ایک دوا دیتا ہے، اسی طرح سلوک میں بزرگانِ دین الگ الگ طریقے سے مجاہدات کراتے ہیں۔ اب تو

مجاہدات پہلے جیسے نہیں کرائے جاتے، پہلے سخت مجاہدات کرائے جاتے تھے۔

## مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ کے پوتے کا واقعہ

(۱۲۸) **فرمایا کہ:** حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ کے پوتے کا واقعہ ہے کہ حضرت کے پوتے بہت آزاد طبیعت کے تھے، عیش وعشرت کی زندگی گذارتے تھے، حضرت کے گھر میں رہتے ہوئے انھوں نے حضرت سے کوئی فیض حاصل نہیں کیا، یونہی وقت گذار دیا، جب حضرت گنگوہیؒ کا انتقال ہوا تو سوچا کہ دور دور سے آکر لوگ دادا سے فیض حاصل کر کے گئے، لیکن میں نے کچھ نہیں حاصل کیا، میری عمر تو یونہی ضائع ہوگئی، اب کیا کروں! اس خیال کے آتے ہی سوچا کہ کیوں نہ اب دادا کے فیض یافتہ خلفاء میں سے کسی کے پاس جا کر وہ دولت حاصل کر کے آؤں، دل میں بات آئی کہ بلخ میں ایک خلیفہ ہیں حضرت شیخ نظام الدین بلخیؒ اُن کے پاس جانا چاہیے، اس ارادہ سے نکلے اور انھیں اپنے آنے کی اطلاع دی، حضرت کے خلیفہ خط پڑھ کر اپنے تمام مریدین کے ساتھ استقبال کے لیے نکلے، یہاں تک کہ بادشاہِ وقت بھی استقبال کے لیے باہر نکل آئے، جب حضرت کے پوتے وہاں پہنچے تو اُن کا بہت شاندار طریقہ سے استقبال کیا گیا، شیخ نے انھیں لے جا کر بڑے عمدہ طریقے سے رکھا، مرغن غذائیں کھلاتے رہے اور آرام کے لیے طرح طرح کی چیزیں مہیا کیں، ادھر اسی حالت میں تین چار دن گذر گئے، حضرت کے پوتے نے کہا میرے آنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں عمدہ غذائیں کھاؤں اور آرام سے سوتا رہوں بلکہ میرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ میرے دادا سے آپ نے جو فیض حاصل کیا وہ مجھے بھی حاصل ہوجائے، شیخ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ اگر آپ کا مقصد یہی ہے تو آپ کو یہ آرام اور یہ مرغن غذائیں سب بند کرنا پڑے گا اور فرمایا کہ جاؤ آج سے تم ہماری مسجد کے حمام میں مصلیوں کو وضو کے لیے پانی گرم کرو۔ یہ حکم سن کر وہ اس کام پر لگ گئے، ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ

مصلیوں کے جوتے سیدھے رکھیں، چند دنوں کے بعد آزمانے کے لیے شیخ نے اپنی ایک بھنگن کو حکم دیا کہ جب تو پاخانہ لے جائے تو اس شخص کے قریب سے گذرنا اور وہ کیا کہتے ہیں آ کر کہنا، جب وہ بھنگن پاخانہ لے کر قریب سے گذری تو حضرت کے پوتے نے گھور کر غصہ سے کہا اگر یہ گنگوہ ہوتا تو تیری یہ مجال نہ ہوتی، جب انہوں نے ایسا کہا کہ تو وہ بھنگن حضرت کی خدمت میں آ کر کہنے لگی کہ انھوں نے ایسا کہا، پھر کچھ دن بعد شیخ نے فرمایا کہ اور تھوڑا قریب لے جا کر دیکھ، جو بھی کہے وہ آ کر سنا دینا، جب وہ بھنگن قریب سے گذری تو حضرت کے پوتے نے صرف گھور کر دیکھا کچھ نہ کہا، اُس بھنگن نے آ کر شیخ سے اس بات کو نقل کر دیا تو فرمایا کہ الحمدللہ کچھ اصلاح ہوئی ہے، پھر کچھ دن بعد بھنگن سے فرمایا کہ جب تو پاخانہ کا ٹوکرا بالکل قریب لے جائے تو ایسے انداز سے لے جا کہ تو نیچے گر جائے اور پاخانہ تھوڑا اُن پر بھی گر جائے تو بھنگن نے ایسا ہی کیا، جب وہ نیچے گری اور اُن کے کپڑے پاخانہ سے گندے ہوئے تو انھیں اپنی فکر نہ رہی فوراً اٹھے اور اُس بھنگن کو اٹھانے اور پوچھنے لگے کہ کہیں چوٹ تو نہ لگی، یہ واقعہ دیکھ کر اُس بھنگن نے جا کر حضرت سے عرض کر دیا کہ آج تو عجیب واقعہ پیش آیا کہ آج انھوں نے میرے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیا، شیخ نے اُن کو بلا کر فرمایا کہ آؤ ہمارے ساتھ شکار کے لیے چلو اور یہ حکم بھی دیا کہ ہمارے دو شکاری کتوں کی زنجیر ہاتھ سے نہیں چھوڑنا، جب شکاری کتے شکار جانور کو دیکھتے ہیں تو فوراً دوڑ پڑتے ہیں، یہ کتے بہت بڑے اور طاقتور تھے، حضرت گنگوہی کے پوتے دبلے پتلے اور بہت کمزور تھے، اُن کے ہاتھوں میں روکنے کی قوت نہ تھی، زنجیر کو ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے، کتے بھاگنے لگے اور یہ نیچے گر گئے، لیکن نیچے گر کر بھی زنجیر کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا، کیونکہ شیخ کا حکم تھا، جسم خون سے لہولہان ہو گیا، اس کے بعد شیخ شکار سے گھر واپس آئے، اور سو گئے تو خواب میں حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے نظام الدین! ہم نے

تمہارے ساتھ ایسا برتاؤ اور ایسا مجاہدہ نہیں کرایا تھا، جو تم نے میرے پوتے ساتھ کیا، جب یہ بیدار ہوئے فوراً حضرت کے پوتے کو بلا کر خلافت دے دی اور کہا کہ معاف کرنا ہم نے آپ کے ساتھ ایسا مجاہدہ کرایا۔ معلوم یہ ہوا کہ بزرگانِ دین پہلے زمانہ میں اس طرح مجاہدات کراتے تھے، اب تو ویسے مجاہدات نہیں کرائے جاتے، صرف معمولی معمولی باتیں ہوتی ہیں، جن پر عمل کرنے سے سلوک کے راستے طئے ہوتے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے ہیں

(۱۲۹) **فرمایا کہ:** امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ جو بندہ جس زمین پر گناہ کرتا ہے تو وہ زمین غضبناک ہوجاتی ہے، چیختی پکارتی ہے اور اللہ سے فریاد کرتی ہے کہ اے اللہ! اگر آپ حکم دیں تو میں اس کو زمین کے اندر کھینچ لوں اور دھنسادوں اور آسمان فریاد کرتا ہے کہ خدایا! اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں اُس پر گر کر اُسے ختم کر کے رکھدوں تو اللہ تعالیٰ دونوں سے فرماتے ہیں کہ اے زمین! اگر تو نے اس کو پیدا کیا ہے تو اپنے اندر کھینچ لے، اسی طرح آسمان سے فرماتے ہیں اگر تو نے اسے پیدا کیا ہے تو اس پر گر کر ختم کردے، اگر تو نے اُسے پیدا نہیں کیا تو خاموش رہ، اللہ تعالیٰ بندے کو مہلت دیتے رہتے ہیں، جیسے ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ بیٹے سے کوئی غلطی ہوگئی تو پہلی دفعہ ہو تو باپ معاف کردیتا ہے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا، جب باپ معاف کردیتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریں گے؟ مشہور ہے کہ بجلی کی لائن کبھی معاف نہیں کرتی یعنی غلطی سے کوئی کرنٹ پر ہاتھ رکھ دے تو فوراً پکڑ لیتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ معاف فرماتے رہتے ہیں، کوئی نہ کوئی پریشانی بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ تائب ہوجائے، میری طرف لوٹ کر آجائے۔ جب آدمی کو کوئی پریشانی آتی ہے تو نماز کی طرف نیک کام کی طرف آتا ہے، یا کسی کے گھر موت ہوجائے تو تین چار روز نماز کی پابندی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پریشانیاں بھیجتے ہیں تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئیں۔ قرآن مجید میں کافروں کا حال بیان

کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ جب کفار دریا میں کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اگر طوفان آ جائے تو یہ کفار اپنے باطل معبودوں کو چھوڑ کر اللہ کو پکارتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ اُن کو نجات عطا فرماتے ہیں تو وہ شرک میں مبتلا ہو جاتے، اللہ تعالیٰ بار بار مہلت دیتے ہیں تا کہ بندے سدھر جائیں لیکن جب بندے گناہ پر گناہ کرتے ہیں اور اُس پر جمے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انتقام لیتے ہیں۔

## ایک صحابی کا ماقبل اسلام اپنے بت کو کھانے کا تذکرہ

(۱۳۰) **فرمایا کہ:** ایک صحابیؓ اسلام لانے کے بعد دیگر صحابہ سے کہتے تھے کہ اسلام لانے سے پہلے مجھے میرا خدا کام آیا، کفار کی عادت تھی کہ جب سفر میں جانے کا ارادہ کرتے تو پہلے ایک پتھر کو اٹھا لیتے اور اُس کی پوجا شروع کر دیتے، جاتے ہوئے راستے میں اس سے بہتر کوئی پتھر مل جاتا تو اُس کو پھینک دیتے اور دوسرا پتھر اٹھا لیتے، ایک مرتبہ اُن صحابیؓ نے سفر کا ارادہ کیا، بت بنا کر لے جانے کے لیے پتھر کو ڈھونڈا تو کہیں پتھر نہ ملا، اُن کا بیان ہے کہ میں نے یہ کیا کہ میرے پاس جتنی کھجوریں تھیں اس کو حلوہ بنا کر ایک مورتی کے مانند بنا لیا، چند دنوں تک سفر میں اُس کی پوجا کرتا رہا، جب سفر کا توشہ ختم ہو گیا تو اُسی بت کو توڑ توڑ کر کھانے لگا، پہلے ایک ہاتھ کھا لیا، اُس کے بعد دوسرا، پھر دونوں پیر، اسی طرح کھاتے کھاتے وہ پورا ختم ہو گیا۔ بعد میں اُن کو خیال ہوا کہ جو معبود اپنے وجود و بقاء میں انسانوں کا محتاج ہو وہ آخر خدا کیسے ہو سکتا ہے؟

## اللہ تعالیٰ پہلے ڈھیل دیتے ہیں پھر مواخذہ کرتے ہیں

(۱۳۱) **فرمایا کہ:** حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ایک چور پکڑا گیا، اسلامی حکومت ہو تو یہ قانون ہے کہ ہاتھ کاٹا جائے، اس چور کو حضرت عمر فاروقؓ کے پاس لایا گیا تو وہ چور چیخ

رہا تھا کہ امیر المؤمنین! میں نے چوری پہلی مرتبہ کی ہے، مجھے اس مرتبہ چھوڑ دیجئے، میں آئندہ چوری نہیں کروں گا، تو امیر المومنین نے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی گناہ پر پہلی مرتبہ مواخذہ نہیں فرماتے، تو نے بہت مرتبہ چوری کی ہوگی، اس لیے تو آج پکڑا گیا ہے، اور صحابہؓ سے فرمایا کہ اس کے معاملہ کو ایسے ہی رکھو، پہلے تحقیق کرلو کہ یہ چور نیا ہے یا پرانا، تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تو پرانا چور ہے، بہت مرتبہ بچ گیا اور آج پکڑا گیا۔ تو اسی طرح اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتے رہتے ہیں، تاکہ بندے سدھر جائیں، معافی چاہ لیں، اگر گناہ پر اصرار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مواخذہ فرماتے ہیں۔

## المؤمن مرآۃ المؤمن حدیث کی تشریح

(۱۳۲) **فرمایا کہ:** حدیث شریف میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المؤمن مرآۃ المؤمن، مومن مومن کا آئینہ ہے، اگر کوئی مومن کسی مومن کا عیب دیکھے تو اُس کو اُس کے سامنے بیان کردے کہ تیرے اندر یہ عیب ہے، یہ گناہ ہے تو اس کی اصلاح کرلے، جس کی اصلاح کی جائے اُس کو احسان مند ہونا چاہیے، نہ کہ غصہ میں آئے، جب آدمی آئینہ دیکھتا ہے تو اُس کی شکل وصورت بتادیتی ہے کہ چہرہ ایسا ہے، چہرہ پر سیاہ داغ ہیں، صورت خراب ہے، تو آدمی فوراً اس کو دور کرنے کی فکر کرتا ہے، یہ نہیں کہتا کہ تجھے بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی طرح اُس مومن کا احسان مند ہونا چاہیے کہ تمہارے عیوب کو تم پر ظاہر کرے کہ بھائی تم اس کی اصلاح کرلو، لیکن بولتے وقت نرم لہجہ اور تواضع کے ساتھ اچھے الفاظ میں بولیں گے تو وہ مان لے گا، ورنہ نہیں مانے گا۔

## ایک جامع دعا

(۱۳۳) **فرمایا کہ:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللّٰھمّ اجعلنی فی عینی صغیرا و فی اعین الناس کبیرا، اے اللہ! مجھے اپنی آنکھوں میں چھوٹا بنا اور لوگوں کی

آنکھوں میں بڑا بنا۔ دیکھئے یہ کیسی جامع دعا ہے؟ کہ آدمی اپنی آنکھوں میں تو چھوٹا رہے اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا رہے، اللہ سے یہ دعا کرے کہ اے اللہ! مجھے میری آنکھوں میں ذلیل کردے اور لوگوں کی آنکھوں میں عزیز بنادے، مجھے میری آنکھوں میں حقیر بنادے اور لوگوں کی آنکھوں میں کبیر بنادے۔

آدمی اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھے، اپنے اندر جتنے بھی کمالات ہوں اُس کے باوجود بھی اپنے آپ کو کمتر سمجھے، تواضع اختیار کرے، بڑے بڑے اولیاء اللہ اپنے آپ کو کم درجہ سمجھتے تھے اور تواضع اختیار کرتے تھے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ جو بہت بڑے عالم گذرے ہیں، دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں، اُنھیں قاسم العلوم والخیرات کہا جاتا ہے، اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود تواضع اتنی تھی کہ کوئی مسلمان اور غیر قوم اُن کو نہیں جانتے تھے، جب اُن کے خلاف انگریز نے وارنٹ جاری کیا تو حضرت کہیں جاکر تین دن کے لیے چھپ گئے، تین دن کے بعد منظر عام پر آگئے، لوگ حیران ہوکر کہنے لگے کہ حضرت! آپ ابھی چھپے رہیے، کہیں پولیس آکر آپ کو پکڑ نہ لے، تو حضرت نے فرمایا بھائی! جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار میں چھپے تھے تو تین دن رہے، میں بھی آپ کی اتباع میں تین دن چھپا رہا، اس لیے اب باہر نکل آیا ہوں، پولیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت فلاں مسجد میں ہیں تو وہاں پہنچ گئی، دیکھا تو مولانا قاسم نانوتویؒ بیٹھے ہیں، اس پولیس کو یہ نہ معلوم تھا کہ مولانا قاسم کون ہیں؟ اُن کے ذہن میں تو یہ تھا کہ مولانا قاسمؒ کے پاس بڑے بڑے پہلوان ہوں گے اور بڑے شان وشوکت کے ساتھ ہوں گے، دیکھا تو ایک صاحب سیدھے سادے طریقہ پر بیٹھے ہوئے ہیں، اُنھیں سے پوچھا کہ مولانا قاسمؒ کہاں ہیں؟ تو حضرت وہاں سے فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور دو قدم آگے بڑھ کر پولیس سے کہنے لگے کہ ابھی تو یہیں تھے، پولیس یہ سمجھی کہ وہ چلے گئے، پھر پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ حضرت کا دوسرا نام خورشید حسن تھا، حضرت کہنے لگا

کہ میرا نام خورشید حسن ہے، پھر اُس نے پوچھا کہ تمہارا گاؤں کونسا ہے؟ حضرت نے کہا الٰہ آباد یعنی اللہ آباد کہا، ہر شہر تو اللہ ہی نے آباد کیا ہے، اس طرح جواب دیا کہ جھوٹ بولنا نہ پڑے، دوسری طرف اپنی جان بچانا بھی ہے، یہ دونوں کو حضرت نے جمع فرمادیا۔

ایک مرتبہ حضرت نانوتوی پر ہندوؤں سے مناظرہ ہوا، تو حضرت نے ایسے دلائل سے جواب دیا کہ وہ دنگ رہ گئے، منہ بند ہوگیا، اُن میں سے ایک ہندو نے کہا کہ وہ اودھی لنگی بنا تھانا، وہ کام کی بات بولا، وہ بڑے کام کا آدمی ہے۔ یوپی کے ہندو بڑی گہرائیوں سے بات کرتے ہیں، ان کو یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ مولانا قاسم نانوتویؒ ہیں، ان حضرات کے اندر یہ تواضع تھی کہ اُن کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا، اس دعا میں یہی سکھایا گیا ہے کہ اے اللہ! مجھے اپنی آنکھوں میں چھوٹا دکھا، لوگوں کی آنکھوں میں بڑا بنا۔

## اخلاص میں قبولیت کی شان ہے

(۱۳۴) **فرمایا کہ:** حدیث پاک میں آیا ہے ''ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے کہ کون کس نیت سے عمل کر رہا ہے؟ کون اخلاص سے عمل کرتا ہے اور کون ریاکاری سے عمل کرتا ہے؟ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے پاس ایک شخص کچھ چنے ہدیہ لے کر آیا، حضرتؒ مراقبہ میں مشغول تھے، اس کے بعد ایک صاحب ایک دیگ بریانی لے کر آگئے، حضرت نے ان کی طرف کچھ توجہ نہیں فرمائی، مراقبہ ہی میں مشغول رہے، جب مراقبہ سے فارغ ہوئے اور سر اٹھایا تو حاضرین سے فرمایا، ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک شخص چنے لایا تھا وہ بہت خلوص اور اخلاص کے ساتھ لے کر آیا تھا، (مکاشفہ میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اس کے چنے قبول کرلو، اور یہ شخص جو بریانی کا دیگ لے کر آیا ہے اس کا مقصد ریاکاری تھا کہ شیخ کے مریدوں میں میرا چرچا ہوجائے،

خانقاہ میں میری شہرت ہو جائے کہ شیخ کی خدمت میں اتنا بڑا تحفہ لایا ہے، اس شخص کے بارے میں مجھے حکم ہوا کہ اس کو قبول نہ کرو، بہر حال! خوب یاد رکھو کہ تھوڑا سا عمل بھی اخلاص کے ساتھ کرو گے تو ثواب پاؤ گے، اور بلا اخلاص کے کتنا بھی عمل کرو گے سب بے کار ہے، حدیث شریف میں ہے "اخلص دینک یکفیک قلیل من العمل" اپنے دین میں اخلاص پیدا کر لو، تھوڑا عمل بھی تمہارے لئے کافی ہو جائے گا۔

## اتباعِ سنت بھی ضروری ہے

(۱۳۵) **فرمایا کہ:** اعمال میں جہاں اخلاص کے اہتمام کی ضرورت ہے وہیں یہ بھی لازمی ہے کہ سنت کی اتباع کرے، وہ کام سنت کے طریقے پر ادا ہو، کیونکہ خلاف سنت جو عمل کرے گا وہ قبول نہیں ہوگا چاہے کتنے ہی اخلاص کے ساتھ کیا ہو، مثال کے طور پر اگر کوئی شخص اپنے گھر میں دروازے بند کر کے بڑے اخلاص کے ساتھ عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنے لگے تو کیا اس کو ثواب ملے گا؟ نہیں ملے گا! اسلئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا ہے، جو بھی کام کرو اس میں اخلاص بھی ہو سنت کی مطابقت بھی ہو، اخلاص اور سنت دونوں بڑی چیزیں ہیں، ہم جب "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھتے ہیں تو اس میں دونوں چیزوں کا وعدہ کرایا گیا ہے۔ اخلاص میں کمی ہوگی تو ہمارا "لا الہ الا اللہ" ناقص ہوگا اور سنت میں کمی ہوگی تو "محمد رسول اللہ" کے دعوے میں سمجھو کہ کوتاہی ہوگئی، بہر حال جب ہم "لا الہ اللہ محمد رسول اللہ" کا کلمہ پڑھتے ہیں تو ہمارا عمل بھی اخلاص نیت اور سنت رسول کا جامع ہونا چاہئے۔

## شیطان اعمال کا دشمن ہے

(۱۳۶) **فرمایا کہ:** عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ بدعات و رسومات بڑے

خشوع وخضوع سے انجام دیتے ہیں، شیطان ان کے اس برے عمل میں بڑا خشوع پیدا کر دیتا ہے، مثلاً یہ فاتحہ چہلم وغیرہ رسمیں لوگ کرتے ہیں ریا کاری خشوع وخضوع کے ساتھ بڑے اہتمام سے کی جاتی ہیں، حالانکہ یہ سراسر بدعت ہے، قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، ایک صاحب نے سوال بھیجا کہ کیا سورۂ فاتحہ پڑھنا بدعت ہے؟ اگر نہیں تو پھر اس سے کیوں منع کیا جاتا ہے؟ میں نے جواب لکھا کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا، سورۂ اخلاص پڑھنا بدعت نہیں موجب اجر وثواب ہے، جب جی چاہے پڑھ لیجئے، لیکن انتقال کے تیسرے دن، چالیسویں دن، چہلم کے دن فاتحہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا بدعت ہے، کیوں کہ قرآن وسنت میں ایسا کہیں ثابت نہیں، ہاں! ایصال ثواب ثابت ہے، جب چاہیں کریں، کوئی وقت خاص مقرر نہ کریں، شیطان مختلف طریقوں سے آدمی کے اعمال کو ضائع کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، بالخصوص بدعات کے ذریعہ۔

## اپنی طرف سے کوئی عمل نہ کرو

(۱۳۷) **فرمایا کہ:** ایک صاحب نے خط میں پوچھا ہے کہ بنگلور کی بعض مساجد میں نماز کے بعد درود شریف پڑھنے کا رواج ہے، اور درود شریف میں جب ''یارسول اللہ'' پر پہونچتے ہیں تو سب اٹھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے ہیں، کیا یہ عمل وعقیدہ صحیح ہے؟ میں نے جواب دیا کہ نمازوں کے بعد اس طرح درود شریف پڑھنا بھی بدعت ہے، کیونکہ کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے، ہاں درود شریف فی نفسہٖ بہترین عبادت ہے، جب چاہے کرو، جتنی چاہے کرو، مگر کسی مخصوص عمل میں اس کا اضافہ صحیح نہیں ہے، نہ قرآن وحدیث میں کہیں اس کا ذکر ہے اور نہ ہی سلف صالحین سے ثابت ہے، اب جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کے تصور سے ''یارسول اللہ'' کہنے کا تعلق ہے تو یہ عقیدہ بھی صحیح نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ

حاضر ناظر نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر ناظر ہوتا ہے، ''یا اللہ'' تو کہیں بھی کہہ سکتے ہیں لیکن ''یارسول اللہ'' صرف آپ ﷺ کے روضۂ مبارک کے سامنے کہہ سکتے ہیں یا پھر اس اعتقاد کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آپ تو سن نہیں رہے ہیں فرشتے لیجا کر آپ کو پہونچا دینگے، مگر خود آپ سنتے ہیں سمجھ کر کسی بھی جگہ ''یارسول اللہ'' کہیں تو یہ بدعت اور باطل عقیدہ ہے، میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ دروازوں پر جا کر یارسول اللہ! یارسول اللہ! پکار رہا تھا، میں نے کہا ''یہ کیا پکار رہے ہو؟ اسطرح نہیں پکارنا چاہئے'' تو وہ غصے میں مجھے گھورنے لگا، میں نے غور سے دیکھا تو سمجھ میں آیا کے پیوٹ شرابی ہے، اب شرابی کو کون سمجھا سکتا تھا؟

## ہر وقت یا شکر یا صبر، دو ہی کام ہیں

(۱۳۸) **فرمایا کہ:** دنیا میں انسان کو دو میں سے کوئی ایک حالت کا سامنا رہتا ہے، یا خوشی کی حالت ہوگی یا تکلیف و پریشانی کی! خوشی کی حالات ہوں تو ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ یہ حالت محض تیرے کرم سے ہے، شکر کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ صرف زبان سے اللہ تیرا شکر ہے، اللہ تیرا شکر ہے، کہتا رہے بلکہ حقیقی شکر یہ ہے کہ اپنے تمام اعضاء و جوارح کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ رکھے، آنکھ کو بدنظری ٹی وی بینی وغیرہ سے، کان کو غیبت گانے وغیرہ سننے سے زبان کو جھوٹ، غیبت وغیرہ سے ہاتھ کو ظلم سے پیروں کو گناہ کے کاموں میں استعمال کرنے سے، دماغ کو دل کو بری باتیں سوچنے سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیقی شکر ہے۔ ہمارے حضرت محی السنۃ ہردوئیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کا ایک ہاتھ مفلوج ہو گیا شل ہو گیا تو اس کو چاہئے کہ دوسرے ہاتھ کی سلامتی کا شکر ادا کرتا رہے، ایک پیر ناکارہ ہو گیا تو دوسرے پیر کے کارآمد رہنے کا شکر یہ ادا کرتا رہے، الغرض اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال کرنے سے بچنا ہی شکر کی حقیقت ہے، اسی معنیٰ میں قرآن مجید میں حضرت داود علیہ السلام کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**وَقَلِيْلٌ**

مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ'' کہ میرے بندوں میں شکر گذار بہت تھوڑے ہیں، آج ہم لوگ اس کا خیال نہیں کرتے، ذرا نعمتیں مل جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں، اس کے شکر سے غافل ہو جاتے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندے بن کر رہنا چاہئے۔ دوسری حالت مصیبت و تکلیف کی حالت ہے، اس میں صبر کا حکم دیا گیا ہے، اور بے حساب اجر کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ ''انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب'' بے حساب اجر عطا فرمائیں گے، حدیث شریف میں ہے کہ صبر کی توفیق اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اور عطاء ہے، بے صبری کر کے ناشکری کر کے آدمی کو ملیگا بھی کیا؟ اس لئے مصیبت چھوٹی ہو یا بڑی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے، اور ہم اس کے بندے ہیں، ہمارا کام مصیبت میں صبر و استقامت سے رہنا ہے، اور نعمتوں میں شکر گذاری کے ساتھ رہنا ہے بقول بہادر شاہ ظفر کے

ظفر آدمی اسے نہ کہئے،
خواہ ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی،
جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

## بات سوچ سمجھ کر کرنا چاہیئے

(۱۳۹) **فرمایا کہ:** ایک بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اُس کے پورے دانت جھڑ گئے ہیں، معبرین کو بلا کر پوچھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ انہوں نے تعبیر دی کہ آپ کے سامنے آپ کی پوری اولاد ختم ہو جائے گی۔ بادشاہ کو غصہ آ گیا اور حکم دیا کہ اس نالائق کو قتل کر دو، اس نے میری گستاخی کی اور دوسرے معبر کو بلا کر پوچھا تو اُس نے کہا بادشاہ سلامت! شاہی خاندان میں آپ کی عمر بہت لمبی ہوگی، بادشاہ نے سن کر وزیروں کو حکم دیا واقعی اس شخص نے

بہت اچھی تعبیر دی ہے، اس کو انعام دو۔ دیکھئے دونوں باتیں ایک ہی ہیں، جب عمر لمبی ہوگی تو سب افرادِ خاندان سامنے ختم ہو جائیں گے۔ ایک شخص نے اچھے طریقہ سے ڈھنگ سے تعبیر دی تو انعام پایا اور دوسرے شخص نے بے ڈھنگے طریقہ سے کہا تو جان کھو دیا۔

اگر کوئی کسی سے پوچھے کہ بھائی! تمہارے گھر میں یہ عورت کون ہے؟ تو وہ کیا کہے گا؟ یہ کہے گا کہ میری والدہ ہے، یا یہ کہے گا کہ میرے والد کی بیوی ہے، ظاہر ہے کہ والدہ ہی کہے گا، اسی طرح آدمی کو کسی عیب پر نرمی کے ساتھ متنبہ کرنا چاہیے۔ حدیث میں بھی یہی کہا گیا ہے کہ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے، ایک مومن کو اپنے دوسرے مومن بھائی کے عیب بتا کر خاموش ہو جانا چاہیے اور لوگوں سے ظاہر نہ کرنا چاہیے۔

## لوگ میرے پیسوں کو سلام کرتے ہیں

(۱۴۰) **فرمایا کہ:** جب دولت آجاتی ہے تو انسان مغرور ہو جاتا ہے، لوگ مال و دولت ہی پر نظر رکھتے ہیں، ایک غریب آدمی تھا، جب کہیں سے گذرتا تو کوئی بھی نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتا تھا، یہ غریب چند دنوں میں مالدار ہو گیا تو لوگ راستے میں گذرتے ہوئے اسے سلام کرنے لگے، یہ آدمی سلام کرنے والوں کے جواب میں کہہ دیتا کہ جا کر کہہ دوں گا، ہر سلام کرنے والے کے جواب میں یہی کہہ دیتا، ایک شخص نے سوال کیا کہ کس سے کہہ دے گا؟ اُس نے جواب دیا بات یہ ہے کہ جب میں غریب تھا تو لوگ مجھے سلام نہیں کرتے تھے، جب میں مال دار ہو گیا تو لوگ مجھے سلام کرنے لگے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مجھے سلام نہیں کرتے بلکہ میرے پیسوں کو کرتے ہیں، میں جا کر تجوری کھول کر پیسوں سے کہتا ہوں کہ فلاں عبدالرحمٰن نے تجھے سلام کہا ہے، فلاں عبدالرحیم نے تجھے سلام کہا۔

## ایک صاحب کی حماقت کا واقعہ

(۱۴۱) **فرمایا کہ:** ایک ہندو آدمی تھا، بعد میں عیسائی ہو گیا، آدمی کا حال یہ ہے کہ

ذرا مال آجاتا ہے تو اکڑ جاتا ہے، باتیں بھی بدل دیتا ہے، ایک شخص کا نام ظہور علی تھا، یہ آدمی ظہور علی کے گھر جاکر دروازہ مارنے لگا کہ جُرلی دروازہ کھول، ساپ بھیگ رہے ہیں، اصل میں ظہور علی بولنے نہیں آیا تو ظہور علی کو جُرلی کہا، اور صاحب کہنے نہیں آیا، صاحب کو ساپ کہہ دیا، یہ فوراً دروازہ کھول کر دیکھا تو سانپ کہیں نہیں نظر آیا، اس سے پوچھا کہ سانپ کہاں ہے؟ تو وہ جواب میں اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہی ساپ ہے، تو اُس نے جوتا اتار کر پٹائی کی ارے نالائق! تو اپنے کو ساپ کہہ رہا ہے؟ ــــــ معلوم ہوا کہ آدمی کے حالات ذرا بدلتے ہیں تو وہ مغرور ہوجاتا ہے، اور طرح طرح کی حماقتیں کرنے لگتا ہے۔

## وساوس کا علاج

(۱۴۲) **فرمایا کہ:** بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وضو میں پانی کا بہت اسراف کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو وہم اور وسوسہ کی بیماری ہوتی ہے، یعنی وہم اور وسوسہ کی وجہ سے چھ سات دفعہ ایک ایک عضو کو دھوڈالتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت! جب میں نماز کے لیے مسجد کو جاتا ہوں تو نماز کی تیاری میں آدھا پون گھنٹہ لگ جاتا ہے، کیونکہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پیشاب کے قطرے نکل رہے ہیں، کبھی کبھی قطرے نکل بھی جاتے ہیں، کبھی نماز میں ہوتا ہوں تب بھی قطرے نکل جاتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نکلنے دو، اس طرف دھیان نہ لگاؤ، جب تک تم دھیان لگاؤ گے تب تک ایسا ہی محسوس ہوتا رہے گا، بالکل دھیان نہ دو، لوگ اسی وسوسہ کی وجہ سے وضو کے پانی میں بہت اسراف کرتے ہیں، اس سے بچنا چاہیے۔

## اللہ کے نام کی برکت

(۱۴۳) **فرمایا کہ:** ایک عیسائی بادشاہ کی لڑکی تھی، وہ ہر کام بسم اللہ الرحمن الرحیم

پڑھ کر شروع کرتی تھی، ہر وقت ہر کام پر بسم اللہ کہتی تھی، بادشاہ کو غصہ آیا کہ یہ ہر وقت ہر کام کے لیے بسم اللہ کہتی ہے، اس کو سب کے سامنے رسوا کرنا چاہیے۔ اُس نالائق بادشاہ کو بسم اللہ سے چڑ آتی تھی، ایک دن اُس نے ایک ترکیب سوچی اور اپنی ایک قیمتی انگوٹھی اُٹھا کر اپنی بیٹی کو دے دی کہ بیٹی اُس کو حفاظت سے رکھنا، جب پوچھوں گا تو دے دینا، لڑکی انگوٹھی لے کر بسم اللہ پڑھ کر جیب میں رکھ لی، رات کے وقت بادشاہ نے اپنی بیٹی کو سوتے ہوئے دیکھ کر آہستہ سے انگوٹھی کو جیب سے نکال لیا اور جا کر دریا میں پھینک دیا، اس کے بعد تمام لوگوں کو جمع کیا اور اپنی بیٹی کو حکم دیا کہ بیٹی وہ انگوٹھی لاؤ، لڑکی بسم اللہ کہہ کر جیب سے انگوٹھی نکالی اور اپنے باپ کو دے دی، باپ نے جب یہ انگوٹھی دیکھی تو حیران و پریشان ہو گیا اور کہا کہ اس انگوٹھی کو میں نے تیرے جیب سے نکال کر دریا میں پھینک دیا تھا، اب یہ انگوٹھی تیرے جیب میں کیسے آئی؟ لڑکی کہنے لگی کہ مجھے معلوم بھی نہیں کہ آپ نے میرے جیب سے انگوٹھی نکالی اور دریا میں پھینک دی، البتہ مچھلی فروخت کرنے والے کے پاس سے میں نے ایک مچھلی خریدی جب مچھلی صاف کر کے پکانے کے لیے میں نے اُس کو کاٹا تو مجھے اس میں ایک انگوٹھی ملی، اُس انگوٹھی کو اُٹھا کر میں نے جیب میں رکھ لیا۔ یہ جواب سن کر بادشاہ حیران رہ گیا۔

## نصیحت برابر کرتے رہنا چاہیئے

(۱۴۴) **فرمایا کہ:** ایک صاحب حضرت والا کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ حضرت میرے والد گانا سننے کے بہت شوقین ہیں، میں جب گانا سننے سے منع کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ جا، تو اپنی حد تک نماز پڑھ لے، مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کیا وہ نماز پڑھتے ہیں؟ تو اُن صاحب نے کہا نماز پڑھتے ہیں لیکن گانا سننے کے بھی شوقین ہیں، تو حضرت والا نے فرمایا کہ والد ہیں، نرمی سے عاجزی سے بولتے رہو، ایک

دو بار بول کر مت چھوڑو، ورنہ قیامت میں پوچھ ہوگی، برابر بولتے رہو، عمل کرنا نہ کرنا اُن کا کام ہے، ہمارا کام یہ ہے کہ ہم بولتے رہیں۔

## عورتوں کی ایک عادت

(۱۴۵) **فرمایا کہ:** عورتیں بہت جلد باتیں بدل دیتی ہیں۔ایک بزرگ تھے، ان کی کرامت یہ تھی کہ وہ ہوا میں اُڑتے تھے، ہوا میں اڑنا کوئی معمولی بات نہیں، ایک روز وہ بزرگ ہوا میں اُڑ رہے تھے، ان کی بیوی اور پڑوس کی عورتیں اُن بزرگ کو اُڑتے ہوئے دیکھیں، اس کے بعد وہ بزرگ جب گھر میں داخل ہوئے تو اُن کی بیوی کہنے لگی کہ میں اور محلہ کی تمام عورتوں نے آج ایک بزرگ کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا، اور کہنے لگیں کہ تم بھی بزرگ بنے بیٹھے ہو ذرا اپنی صورت تو دیکھ لو، تمہارے اندر کیا خصوصیت ہے؟ وہ بزرگ کہنے لگے کہ اچھا وہ بزرگ تھے؟ تو بیوی کہنے لگی بزرگ نہیں تو اور کیا؟ تب اُن بزرگ نے فرمایا کہ وہ تو میں ہی تھا، بیوی یہ سن کر بات بدلی اور کہنے لگی اچھا تم ہی تھے، تبھی تو ٹیڑھے اُڑ رہے تھے، اس طرح عورتیں فوراً باتوں کو بدل دیتی ہیں۔

## کنجوسی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے

(۱۴۶) **فرمایا کہ:** ایک گھر میں شوہر اور بیوی دونوں کے دونوں بہت کنجوس تھے، خرچ بھی بہت کنجوسی سے کرتے تھے، اگر شوہر کچھ زیادہ خرچ کرتا تو بیوی روکتی، اور اگر بیوی زیادہ خرچ کرتی تو شوہر روکتا، ایک دفعہ شوہر گھر سے نمازِ فجر کے لیے مسجد کو نکلا، مسجد میں جا کر خیال آیا کہ گھر میں چراغ جلتے ہوئے چھوڑ آیا ہوں، جب میں نماز سے فارغ ہو کر جاؤں گا تب تک دن کی روشنی خوب ہو جائے گی، تیل یونہی بیکار جائے گا، ابھی جا کر بجھا کر آجاؤں، یہ سوچ کر مسجد سے نکلا، گھر پہنچ کر دروازہ پر دستک دی، اندر بیوی پریشان ہو کر پوچھی کہ کیا بات ہے؟ شوہر نے جواب دیا کہ چراغ جل رہا تھا، بجھانے کے لیے آیا ہوں،

بیوی کہنے لگی میں اُسی وقت چراغ بجھا چکی، تم مسجد سے نکل کر یہاں تک آئے اس میں تمہارا جوتا کتنا گھس گیا ہوگا؟ شوہر نے جواب دیا کہ میں جوتے کو ہاتھ میں اٹھا کر ننگے پیر آیا ہوں کچھ اس طرح کے لوگ بھی ہوتے ہیں جو حد سے زیادہ بخیلی کرتے ہیں، آدمی کو اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ زندگی گذارنی چاہیے۔

## یہ ولیمہ مسنونہ نہیں ہے

(۱۴۷) **فرمایا کہ:** ایک صاحب نے حضرت والا کی مجلس میں سوال کیا کہ ولیمہ ایک رات گذرنے کے بعد کرنا چاہیے یا نکاح کے فوراً بعد؟ جو لوگ نکاح کے فوراً بعد ولیمہ کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ تو حضرت والا نے فرمایا کہ بعض علماء رات گذارنے کے بعد ولیمہ کرنے کے قائل ہیں اور بعض علماء رات گذارنے سے پہلے ہی ولیمہ کرنے کے قائل ہیں۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ آج کل ولیمہ کو لوگ ولیمہ مسنونہ کہتے ہیں، کہاں کا ولیمہ مسنونہ؟ جس میں اسراف، نام ونمود، شان وشوکت، بے پردگی، تصویر کشی، اور ویڈ گرافی یہ سب برائیاں جمع ہیں، کیا ان تمام برائیوں کے ساتھ بھی اُس کا نام ولیمہ مسنونہ رکھا جاسکتا ہے؟

**فرمایا کہ** لوگ مجھے دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ولیمہ مسنون ہے، آپ اس میں کیوں شریک نہیں ہوتے؟ میں کہتا ہوں کہاں کا ولیمہ مسنونہ؟ ولیمہ کے لیے سارے لوگوں کو جمع کرنے کی ضرورت نہیں، بریانی کی بھی ضرورت نہیں، جو کچھ کھلا دے وہی ولیمہ ہوجاتا ہے۔

## ولیمے کا آسان طریقہ

(۱۴۸) **فرمایا کہ:** اسی سلسلۂ گفتگو میں حضرت نے فرمایا کہ میرے والد نے میرے ولیمہ میں کھانا پکا کر دو دو آدمی کے کھانے کی مقدار کے برابر بعض رشتہ داروں کے گھر بھیج دیا، بس اس طرح میرا ولیمہ ہوگیا۔ اور بھائی کے ولیمہ میں زیادہ خرچ سے پرہیز کرتے

ہوئے ایسا کیا کہ زردہ بنا کر سب کو ایک ایک تشتری بھیج دیا، پورے ولیمہ کا خرچ چار سو پانچ سو روپئے میں ہوگیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ وہ نکاح بابرکت ہے جس میں خرچ کم ہو اَعْظَمُ النِّکَاحِ بَرَکَۃً اَیْسَرُھَا مَؤُنَۃً۔ آج کل لوگ نام ونمود کے لیے خرچ کرتے ہیں، پیسے ہوں نہ ہوں، سودی قرض لے کر شادی کرتے ہیں، اس کے بعد پریشان ہوجاتے ہیں، اگر یہی پیسے میاں بیوی کو تقسیم کر کے دے دو تو ضرورت کے وقت کام آجائیں گے۔ چاہے جتنا خرچ کر کے کھلاؤ لوگ کچھ نہ کچھ باتیں کرتے ہی رہتے ہیں، اگر گوشت کم ہو تو شکایت ہوتی ہے کہ گوشت ہی نہیں، اگر زیادہ ہو تو کہتے ہیں کہ بڑے کا گوشت ڈال دیا وغیرہ۔ اس طرح کی مختلف باتیں کرتے ہیں۔ کیوں خرچ کر کے باتیں سنیں، اگر آدمی خرچ کرنے کے بعد باتیں سنتا ہے تو اسے ناگواری ہوتی ہے، خرچ کیے بغیر باتیں سن لینا آسان ہے۔

## ادب کی حقیقت راحت رسانی ہے

(۱۴۹) **فرمایا کہ:** کسی کا ادب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُس کو راحت پہنچائے، تکلیف نہ دے، آج کل لوگ ادب کی حقیقت سے ناواقف ہیں، بعض حضرات تکلیف دے کر ادب کرنا چاہتے ہیں، خاص کر بزرگوں کا جو ادب کرتے ہیں تو وہ ادب نہیں کرتے تکلیف دیتے ہیں۔ بے وقت ملاقات کے لیے آجانا، اُن کے کاموں میں خلل ڈالنا کیا یہ ادب کا تقاضا ہے؟ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے پاس ایک شخص ملاقات کے لیے آیا، اور وہ وقت ملاقات کا نہیں تھا، خدام نے کہا کہ بھائی یہ ملاقات کا وقت نہیں ہے، عصر کے بعد حضرت سے ملاقات ہوگی تو اُس شخص نے کہا ذرا اٹھ کر ملاقات کر لیتے تو کیا ہوجاتا، بعد میں بھی تو لیٹ سکتے تھے؟ وہ شخص نہیں سمجھا کہ اللہ والے رات دن ذکر واذکار اور خلق اللہ کی خدمت میں لگے رہتے ہیں، کچھ تکان دور کرنے کے لیے لیٹے ہوئے ہیں، ان کے آرام کا خیال کرنا چاہیے اس قسم کے بھی لوگ ہوتے ہیں، یہ ادب نہیں بلکہ بے ادبی ہے۔

## یہ بھی بے تہذیبی ہے

(۱۵۰) **فرمایا کہ:** مجلس میں ایک شخص تعویذ لینے کے لیے آئے اور کہا کہ فلاں صاحب نے اپنی بیٹی کے لیے تعویذ مانگی ہے، تو حضرت نے فرمایا جس کو ضرورت ہے وہی آ کر لے جائے، ایسے ہی دے دینے سے قدر نہیں ہوگی۔ پھر فرمایا کہ ٹوکن لے کر قطار میں کھڑے ہو کر تعویذ لیتے ہیں تو قدر کرتے ہیں اور جہاں بلا مشقت مل جاتی ہے اس کی قدر نہیں کرتے، جو چیز بھی بلا محنت و مشقت حاصل ہوتی ہے انسان اُس کی قدر نہیں کرتا۔

ایک شخص کا واقعہ ہے کہ وہ بہت قرض دار ہو گیا تھا، قرض خواہوں سے مجبور ہو کر مایوسی کی زندگی گذار رہا تھا، ایک شخص نے کہا بھائی! فلاں جگہ ایک شہر ہے، وہ یہاں سے ایک ہزار میل دور ہے، وہاں ایک بہت بڑا مالدار ہے، اور وہ بڑا سخی ہے، تو وہاں جا کر حاجت پیش کرے گا تو تیرا کام ہو جائے گا۔ وہ سفر کے ارادہ سے نکلا، بہت دشواری اور تکلیف اٹھا کر اُس شہر میں پہنچ گیا، جا کر دیکھا کہ لوگ ایک شخص کا جنازہ اٹھا کر لے جا رہے ہیں، لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ فلاں مالدار کا جنازہ ہے، وہ شخص وہیں کھڑے ہو کر رونا شروع کر دیا، ہائے افسوس! جس کے بھروسہ پر میں آیا تھا وہ مر گیا، روتے روتے آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھتا ہے کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے کہ تیرے گھر میں فلاں جگہ خزانہ مدفون ہے، وہاں جا کر اٹھا لے، وہ شخص خواب ہی میں پوچھنے لگا کہ اگر میرے ہی گھر میں خزانہ مدفون ہوتا تو وہیں مجھے معلوم ہونا چاہیے تھا، یہاں ہزار میل سفر کرنے کے بعد معلوم ہوا، تو خبر دینے والے شخص نے کہا کہ اگر تجھے گھر ہی میں معلوم ہو جاتا تو اس کی قدر نہیں کرتا، بہر حال آدمی محنت و مشقت کر کے جو کچھ بھی کرتا ہے تو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔

## جہاں تک ہو سکے احتیاط پر عمل کرنا چاہیئے

(۱۵۱) **فرمایا کہ:** ایک صاحب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ حضرت نے فرمایا: کہ پہلے اُسے صدائے بازگشت سمجھا جاتا تھا تو علماء نماز میں اس کے استعمال سے منع کرتے تھے، اس کے بعد سائنسدانوں کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ صدائے بازگشت نہیں، بلکہ حقیقی آواز ہے، تو جواز کا فتویٰ دیا گیا، پھر بھی بعض اکابر احتیاط پر عمل کرتے تھے، لوگ اِدھر اُدھر کے شہروں میں دیکھتے ہیں کہ پانچ وقت بھی اسپیکر میں نماز ہوتی ہے، اس لیے یہاں آ کر کہتے ہیں کہ پانچ وقت بھی اسپیکر رکھئے تو اچھا رہے گا، افضل غیر افضل کو نہیں سمجھتے۔ عوام کی سمجھ میں یہ بات کہاں آتی ہے؟، ایسے ناسمجھوں سے جھگڑنے کے بجائے چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔

## عوام کے طرزِ عمل کی ایک مثال

(۱۵۲) **فرمایا کہ:** ایک شہر میں ایک بادشاہ اور اُس کا ایک وزیر تھا، وزیر نے کہا کہ بارش ہونے والی ہے، اس بارش کا پانی کوئی نہ پیئے، اگر پیئے گا تو دیوانہ ہو جائے گا، لوگ بہت احتیاط کرتے تھے، جو پانی ذائد رکھے تھے وہ ختم ہو گیا، بادشاہ اور وزیر کے پاس بہت پانی تھا، صرف بادشاہ اور وزیر ہی وہ پانی پیتے تھے، لوگوں کے پاس تو اس پانی کا اسٹاک ختم ہو گیا، مجبوراً لوگوں نے بارش کا پانی پی لیا، تو سب دیوانے ہو گئے، یہ لوگ دیوانے ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا بادشاہ اور وزیر دیوانہ ہو گیا، اُن کو سلطنت سے نکال دینا چاہیے، جب یہ بات بادشاہ کو معلوم ہوئی تو وزیر سے مشورہ کرنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے، اگر اچھے لوگ ہمیں نکالتے تو ایک مہذب طریقے سے نکالتے، یہ دیوانے نکالیں گے تو بہت ذلت سے نکالیں گے، اب کیا کرنا چاہیے؟ تو وزیر نے کہا چلو ہم بھی وہ پانی پی لیں گے، بادشاہ اور وزیر نے بھی وہ پانی پی لیا تو وہ بھی دیوانے ہو گئے، اُس کے بعد دیوانوں کی ایک میٹنگ ہوئی تو اُس میں

اُن لوگوں نے کہا کہ اب ہمارے بادشاہ اور وزیر دونوں اچھے ہو گئے ہیں، اُن کو نکالنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح آج عوام علم نہ ہونے کی وجہ سے خود بھی دینی احکام کو سمجھ نہیں پاتے اُلٹا علماء ہی کو کوتاہ اندیش اور کم سمجھ قرار دینے لگتے ہیں۔

## بچوں کے نام اچھے رکھنے چاہیئے

(۱۵۳) **فرمایا کہ:** ایک شخص مجلس میں حاضر ہوئے، حضرت نے نام دریافت فرمایا، انہوں نے کہا کہ میرا نام شمیل ہے، تو حضرت نے فرمایا اصل نام تو شمویل ہے، یہ ایک پیغمبر کا نام ہے، شمیل کے بجائے شمویل رکھنا اچھا ہے۔ ایک اور صاحب نے سوال کیا کہ حضرت تنویر نام رکھنا کیسا ہے؟ تو حضرت نے فرمایا ہاں رکھ سکتے ہیں، اچھا نام ہے، اور احقر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کا نام بھی تنویر ہے، حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے ایک فرزند کا نام بھی تنویر الحق ہے۔ پھر فرمایا کہ نام کا اثر بچوں پر بھی پڑتا ہے۔ ایک اور صاحب نے سوال کیا آمرہ نام رکھنا کیسا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ آمرہ حکم کرنے والی کو کہتے ہیں، امر سے ہے، یعنی کسی کام کا حکم دینا، پھر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ بہت زور ضباطا بھی کریں گی نا! تو وہ صاحب کہنے لگے کہ جی ہاں بہت غصے والی ہے، بڑے ہوں یا چھوٹے کچھ نہ کچھ بول دیتی ہے۔

## ماں باپ پر بھی اولاد کے حقوق ہوتے ہیں

(۱۵۴) **فرمایا کہ:** حضرت عمرؓ کے دور کا واقعہ ہے کہ ایک شخص اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوا اور کہا کہ امیر المؤمنین! یہ میرا لڑکا ہے اور میری فرمانبرداری نہیں کرتا، نافرمانی کرتا رہتا ہے تو حضرت عمرؓ نے سمجھایا کہ دیکھ! یہ تیرا باپ ہے، اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا، اس لیے کہ باپ جنت کا دروازہ ہے، اس کی نافرمانی مت کر، اسی طرح قرآن وحدیث میں والدین کے بارے میں جو ہدایات ہیں اُس کو بیان کرتے رہے، وہ شخص خاموشی سے

سنتا رہا، جب حضرت عمرؓ نے اپنی نصیحت ختم کر دی تو اُس نے سوال کیا کہ امیر المؤمنین! والد پر بیٹے کا کچھ حق ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ کیوں نہیں؟ اولاد کا بھی حق ہے کہ جب وہ پیدا ہو تو اُس کا اچھا نام رکھے، اُس کو ادب اور تعلیم سکھلائے، اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اُس کا اچھے خاندان میں دیندار عورت سے نکاح کر دے۔ اُس شخص نے کہا امیر المؤمنین! جب میں پیدا ہوا تو میرے والد نے میرا نام یہ رکھا جس کے معنی پاخانہ کا کیڑا ہے، اور میری شادی ایک بُرے خاندان کی لڑکی سے کی، میرے والد نے نہ نام اچھا رکھا اور نہ اچھی عورت سے شادی کی، اس کا اثر ہے کہ میں ایسا ہوں۔ معلوم ہوا کہ نام اچھا رکھنا چاہیے اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ والدین جس طرح اپنے بچوں سے خدمت اور فرمانبرادی کا برتاؤ چاہتے ہیں، اسی طرح اُن کو یہ بھی چاہیے کہ وہ بچوں کے حقوق صحیح معنی میں ادا کریں۔

## بری صحبت سمِ قاتل ہے

(۱۵۵) **فرمایا کہ:** کالج کے چند طلبہ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ یہی عمر سدھرنے کی بھی ہے اور بگڑنے کی بھی، اس زمانہ میں آدمی سدھر گیا تو سدھر جاتا ہے، بگڑا تو بہت بگڑ جاتا ہے، اچھے نیک ساتھیوں سے مل کر رہو، بُرے لوگوں کے اور بُرے ساتھیوں کے ساتھ ہرگز نہ رہو، بُرے دوستوں سے ملو گے تو تم بھی بُرے ہو جاؤ گے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں: ''یارِ بد بدتر بود از مارِ بد'' بُرا ساتھی ناگ سانپ سے بھی زہریلا ہوتا ہے، کیوں کہ ناگ سانپ کاٹے تو آدمی مر جائے گا، اس کا ایمان تو محفوظ رہے گا، لیکن بُرا ساتھی ایمان کو بھی ختم کرا دیتا ہے، گناہوں میں بھی لگا دیتا ہے، اور جان کا بھی خطرہ ہے، جہاں تک ہو سکے اچھے لوگوں سے ملو، نمازوں کا اہتمام کرو، کسی بھی وقت نماز نہ چھوڑو۔

## بدگمانی حرام ہے

(۱۵۶) **فرمایا کہ:** ایک صاحب نے حضرت والا سے سوال کیا کہ کسی پر قیاس کرنا کیسا

ہے؟ تو حضرت والا نے فرمایا کہ کیسا قیاس؟ قیاس کرنا ہو تو اچھا قیاس کرو، بُرا قیاس نہ کرو، یعنی اچھا گمان کرو، بدگمانی نہ کرو، بدگمانی حرام ہے، حسنِ ظن کے بارے میں حدیث میں آتا ہے: ظنوا بالمؤمنین خیرا مومنوں کے ساتھ اچھا گمان رکھو۔

## تلاوتِ قرآن کی برکات

(۱۵۷) **فرمایا کہ:** جو شخص قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرتا ہے اُس کے بوڑھے اور ضعیف ہونے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ اُس کے حواس کو اچھی طرح رکھتے ہیں، کتنے بزرگ گذرے ہیں جو قرآن شریف کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے، اُن کے حواس اچھے تھے، جیسے ہمارے حضرت محی السنہؒ تقریباً نوے سال کی عمر میں بھی جہاں کہیں خلافِ شرع کام دیکھتے فوراً ٹوک دیتے، یہ قرآن کریم کی برکت تھی۔ اور جو شخص قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے نہیں کرتا پچاس ساٹھ سال کی عمر میں اُس کے حواس ختم ہو جاتے ہیں۔

## شیطان کی مکاریوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے

(۱۵۸) **فرمایا کہ:** شیطان انسان کا سخت دشمن ہے، قرآن کریم کا اعلان یہ ہے: اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ''شیطان تمہارا دشمن ہے، پس اس کو تم دشمن ہی سمجھو''۔ وہ کبھی تمہارا خیر خواہ نہیں ہوگا، تمہارے ساتھ بھلائی نہیں چاہے گا، شیطان کا جال بھی بہت سخت ہے، آدمی جس طرح ہوتا ہے شیطان بھی اسی انداز میں ہوتا ہے اور کوئی نمازی ہوتا ہے تو شیطان یہ نہیں کہتا کہ نماز نہ پڑھو، بلکہ اس کو اور طریقہ سے بہکاتا ہے، اگر کوئی نمازی ہے تو یہ بے نمازی کو دکھا کر کہتا ہے کہ یہ تو نماز بھی نہیں پڑھتا، گویا اپنے آپ کو بڑا اور دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے، کل ہی ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ جب میں نماز پڑھتا ہوں تو بہت مزہ آتا ہے، دوسرے لوگوں کو دیکھتا ہوں تو غصہ آتا ہے کہ یہ اسلامی احکامات پر عمل نہیں کرتے تو میں نے لکھا کہ یہ کیا ہے؟ اپنے آپ کو اچھا سمجھے اور دوسروں کو حقیر سمجھے، یہ ایک شیطانی دھوکہ ہے، جس سے ہر مسلمان کو بچنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

## ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے

(۱۵۹) **فرمایا کہ:** آدمی کو ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اللہ کی نعمتوں کو دیکھ کر شکر بجالانا چاہیے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا، اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اُس نے ہم کو ایمان کی توفیق دی، ہم کو اس ایمان کی نعمت پر شکر ادا کرنا چاہیے، ایمان کی قدر آدمی کو مرنے کے بعد معلوم ہوگی، اب ایمان کی قدر و قیمت سے انسان غافل ہے۔

## آدمی کے گناہ پر چار چیزیں گواہ بن جاتی ہیں

(۱۶۰) **فرمایا کہ:** اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو دنیا میں بھیجا تو ساتھ ہی ساتھ قانون کو بھی بھیجا، اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ قانون کو لگا دیا کہ یہ میرا قانون ہے، جو میرے قانون پر چلے گا وہ کامیاب رہے گا اور جو میرے قانون کی خلاف ورزی کرے گا وہ نقصان اٹھائے گا اور فرمایا کہ جب آدمی اس قانون کی خلاف ورزی یعنی گناہ کرتا ہے تو اُس کے چار گواہ بن جاتے ہیں، جس کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے: جس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی، يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا، دوسرا گواہ کراماً کاتبین إِنَّ رُسُلَنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ، تیسرا گواہ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ یعنی نامہ اعمال چوتھا گواہ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ قیامت کے دن منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اُس کے ہاتھ پاؤں نے جو کچھ گناہ کیا ہے وہ اُس کی گواہی دیں گے۔

مولانا روم فرماتے ہیں ''لب بہ گوید من چنیں بوسیدہ ام'' ہونٹ کہیں گے کہ ہم نے اس طرح حرام بوسہ لیا تھا، ''دست بگوید من چنیں دزدیدہ ام'' ہاتھ کہے گا کہ میں نے اس طرح

چرایا تھا، ''چشم گوید کردم غمزہ حرام'' آنکھ کہے گی کہ میں نے بدنظری کی تھی، ''گوش گوید شنیدہ ام سوءِ کلام'' کان کہے گا کہ میں نے بُری بات سنی تھی، ہاتھ، پیر، کان، آنکھ سب کے سب اعضاء گواہی دیں گے، یہ چار گواہ ہیں جن کا تذکرہ قرآن شریف میں موجود ہے، جب بندہ گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً اس گناہ کو نامۂ اعمال سے مٹادیتے ہیں، کراماً کاتبین کو بھی معلوم نہیں ہوتا، اور کراماً کاتبین کو بھی بھلادیتے ہیں، زمین کو بھی بھلادیتے ہیں، گناہوں سے توبہ کرتے وقت پکا ارادہ کرے کہ آئندہ گناہ نہ کروں گا۔

## مولانا مکیؒ کے ظریفانہ جوابات

(۱۶۱) **فرمایا کہ:** مولانا مکی صاحب سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا کسی کو گالی دینے سے گالی لگتی ہے؟ تو مکی صاحب نے فرمایا کہ بھائی مسجد میں جہاں چپل جوتا چھوڑتے ہیں وہاں کھڑے ہوجاؤ اور ہر آنے والے کو گالی دو، جو تمہاری گالی کو سن کر جوتا مارے تو سمجھو میری گالی اُس کو لگ گئی اور جو گالی سن کر خاموش چلا جائے تو سمجھو کو میری گالی اس کو نہیں لگی۔

ایک اور شخص نے بھی سوال کیا تھا کہ حرم شریف میں جوتے چوری ہوجایا کرتے ہیں، میرے جوتے بھی بار بار چوری ہوجاتے ہیں، تو کیا میں دوسروں کے جوتے پہن کر چلا جایا کروں؟ تو جواب میں مکی صاحب نے کہا استغفر اللہ، کیا بھائی! اگر آپ کی بیوی کہیں گم ہوجائے تو کیا آپ دوسری عورت کو پکڑ کر لے جائیں گے؟ نہیں، اسی طرح تم دوسروں کے جوتے بھی نہیں لے جاسکتے۔

## ناشکری سے بچنے کا طریقہ

(۱۶۲) **فرمایا کہ:** آدمی ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: دنیا کے معاملہ میں آدمی اپنے سے نیچے والے کو دیکھے یعنی اللہ نے جو نعمتیں تم کو دی ہیں اُس کو دیکھو اور اُن لوگوں کو دیکھو جو تم سے نیچے درجے کے ہیں، جن کو وہ

نعمتیں نہیں ملیں جو تم کو ملی ہوئی ہیں، جب ایسا کرو گے تو تم کو نعمتوں پر شکر کی توفیق ملے گی۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا جوتا ٹوٹ گیا، سلانے کے لیے پیسے نہیں تھے، میں بہت رنجیدہ ہوا کہ ہائے میری زندگی! کہ جوتا سلانے کے لیے بھی پیسے نہیں ہیں، اسی مایوسی کی حالت میں میں مسجد کو پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیچارہ اس حال میں پڑا ہے کہ اُس کے پاؤں بھی نہیں ہیں، میں نے اس منظر کو دیکھ کر فوراً اللہ کا شکر ادا کیا کہ اے اللہ! تو نے تو مجھے پیر دیے لیکن یہ بیچارا تو پیروں سے بھی معذور ہے، میں جوتے کے ٹوٹ جانے پر افسوس کر رہا تھا، خدایا آپ کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے پیر سے معذور نہیں رکھا۔ اسی طرح دنیوی اعتبار سے آدمی اپنے سے اوپر والے کی طرف دیکھتا ہے تو اللہ کی نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے اور دل سے سکون اور راحت ختم ہو جاتا ہے، اس لیے حکم یہ ہے کہ آدمی دنیوی اعتبار سے نیچے والے کی طرف دیکھے اور دینی اعتبار سے اپنے سے اوپر والے کی طرف دیکھے۔

## دولت مندوں کی صحبت کا نقصان

(۱۶۳) **فرمایا کہ:** حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا واقعہ ہے کہ اُن کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ وہ زیادہ تر مالداروں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے اور جب بھی وہ مالدار دوستوں کے پاس جاتے اور اُن کے محلات دیکھتے تو دل میں خیال کرتے کہ میں بھی ایسے محلات بناؤں گا، پھر جب دوسرے مالدار کے پاس جاتے اور اُس کے گھر کے نقش ونگار کو دیکھتے تو سوچتے کہ ایسی عمارت بنواؤں گا، اور جب اچھا سے اچھا لباس پہن کر جاتے تو یہ سوچ کر جاتے کہ میرا لباس میرے دوست کے لباس سے اچھا ہوگا، وہاں جا کر دیکھتے تو اُن کا لباس اِن سے اچھا اور بہتر ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ہی کا بیان ہے کہ میں اس کے بعد غریب دوستوں کے پاس اٹھنے بیٹھنے لگا تو مجھے نعمتوں پر شکر کی توفیق ہوئی، کیوں کہ میں دیکھنے لگا کہ جو نعمتیں میرے پاس موجود ہیں وہ اُن کو میسر نہیں ہیں، تو میں شکر کرنے لگا۔ بہر حال آدمی ہر وقت اللہ

کا شکر ادا کرے اور دنیوی اعتبار سے نیچے والوں کو دیکھے اور دینی معاملہ میں اوپر والوں کو دیکھے کہ وہ کتنا عمل کر رہا ہے اور ہم کتنا عمل کر رہے ہیں، وہ گناہوں سے کتنا بچ رہا ہے اور ہم گناہوں سے کتنا بچ رہے ہیں تو پھر مومن کی دینی ترقی ہوگی۔

## اہل اللہ کو ستانے پر عذاب کا اندیشہ ہے

(۱۶۴) **فرمایا کہ:** جو اللہ والوں کو ستاتا ہے یا اُن کے ساتھ گستاخی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ جنگ کا اعلان کرتے ہیں۔ حدیثِ قدسی ہے: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں سے جنگ کا اعلان کیا ہے، ایک سودی لین دین کرنے والوں سے، دوسرے اللہ والوں کے ساتھ گستاخی کرنے والوں سے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب تھا، اور مرض کی حالت بہت سخت تھی تو بعض صحابہ کرامؓ نے یہ تجویز کیا کہ آپ کو دوا پلائی جائے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوا پینے سے انکار کر دیا، بعض صحابہ نے یہ اجتہاد کیا کہ ہر شخص بیماری کی حالت میں دوا پینے سے انکار ہی کرتا ہے، چلو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبردستی دوا پلا دیں، بعض دیگر صحابہؓ نے کہا بھائی! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس لیے تم دوا نہ پلاؤ، لیکن صحابہؓ نے غلبہ محبت میں دوا پلا دی تو ہوش آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے مجھے دوا پلائی؟ جنہوں نے مجھے دوا پلائی ہے اُن سب کو لٹا کر وہی دوا پلاؤ، ورنہ اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو کسی سخت عذاب میں مبتلا کر دے۔ اس لیے مولانا رومؒ فرماتے ہیں: ہاتھی کو تو چھیڑ سکتے ہو، مگر ہاتھی کے بچے کو نہ چھیڑو، ہاتھی کو چھیڑو گے تو ہاتھی انتقام نہ لے گا، برداشت کرے گا، غصہ بھی آ جائے تو چھوڑ دے گا، اگر تم نے ہاتھی کے بچے کو چھیڑا تو ہاتھی خاموش نہیں رہے گا، بدلہ لے گا، تمہیں سزا دے گا۔ اس مثال سے مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص سے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی شان میں کچھ گستاخی ہوگئی، مثلاً قبر پر جا کر سجدہ کر لیا،

اللہ کے علاوہ کسی کو اور کو پکارا، اگر چہ یہ سب گستاخیاں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اس پر جلد انتقام نہیں لیتے، مہلت دیتے ہیں لیکن اگر کوئی اللہ کے ولی اور دوست کے ساتھ گستاخانہ رویہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً انتقام لیتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا واقعہ ہے کہ ایک گستاخ آپ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ حضرت آپ کی والدہ جن کی صورت بہت عمدہ ہے، جن کا چہرہ نہایت حسین ہے، میں اُن سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، مقصد امام صاحبؒ کی دل آزاری کرنا تھا، تو امام صاحبؒ نے بہت صبر سے کام لیتے ہوئے کہا کہ بھائی! میں جا کر اپنی والدہ سے تذکرہ کروں گا، اگر وہ اجازت دیں تو میں آ کر کہوں گا، اِدھر امام صاحب گھر میں تشریف لے گئے، اُدھر اس کمبخت کو غیب سے ایک مار پڑی، فوراً گرا اور مر گیا۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا بھی اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ اس دور کے شریر لڑکوں نے ایک سازش رچی، ایک آدمی کو جنازہ کے مانند بنا کر لے آئے اور اُس سے کہا کہ حضرت تیری نمازِ جنازہ پڑھائیں تو پہلی تکبیر میں خاموش رہنا، جب دوسری تکبیر کہیں تو اُٹھ جانا، اور حضرت کو شرمندہ کرنا کہ حضرت نے زندہ کی نماز پڑھادی۔ جنازہ تیار کر کے مسجد کو لے آئے اور حضرت سے کہا کہ جنازہ حاضر ہے، آپ نماز پڑھادیں، تو حضرت نے فرمایا کہ کیا بھائی! اس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھاؤں؟ (اس میت کی نہیں کہا، بلکہ اِس شخص کی کہا) اس کے بعد حضرت جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہو گئے، جب حضرت نے پہلی تکبیر کہی تو پیچھے شریر لوگ خوش ہیں کہ جب دوسری تکبیر کہیں گے تو یہ اٹھ جائے گا، لیکن دوسری تکبیر پر نہ اٹھا، اب شریر سوچنے لگے کہ شاید تیسری تکبیر پر اٹھ جائے گا، لیکن تیسری اور چوتھی تکبیر پر بھی نہ اٹھا اور نماز ختم ہو گئی تو دیکھا تو وہ واقعی مر گیا ہے۔ اللہ والوں کو ستانے کا یہ انجام ہوتا ہے، اسی لیے مولانا رومؒ فرماتے ہیں: ہاتھی کو چھیڑو ہاتھی کے بچہ کو نہ چھیڑو۔ کیونکہ ہاتھی کے بچہ کو چھیڑو گے تو

ہاتھی کو غصہ آئے گا، اسی طرح اللہ والوں کو اگر ستاؤ گے تو اللہ تعالیٰ فوراً انتقام لیتے ہیں، اس لیے اللہ والوں کی شان میں گستاخی سے بچو۔

## دل میں اللہ کی محبت کس طرح پیدا ہوتی ہے؟

(۱۶۵) **فرمایا کہ:** آدمی جو بھی گناہ کرتا ہے وہ اس لیے کرتا ہے کہ اُس کو اللہ سے محبت نہیں، جب اللہ سے محبت نہ ہوگی تو آدمی طرح طرح کی گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے بندے کے دل میں محبت ہو تو پھر نافرمانی کی ہمت نہیں ہوتی، سوال یہ ہے کہ اللہ کی محبت کس طرح پیدا ہو؟ اللہ کی محبت آدمی کے اندر اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو سوچے کہ ہم پر اللہ کی کیا کیا نعمتیں برس رہی ہیں؟ جب اللہ کی نعمتوں کو سوچے گا تو اُس وقت اللہ کی محبت دل میں پیدا ہوگی، جب دل میں محبت آجاتی ہے تو آدمی گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

## ناقدری سے نعمت چھن جاتی ہے

(۱۶۶) **فرمایا کہ:** کسی بھی کام کے بارے میں سنے کہ وہ نیکی ہے تو فوراً کر لینا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ دل میں نیک کام کا داعیہ پیدا ہو رہا ہے اور تم اُسے ڈھیل دے رہو کہ بعد میں کر لوں گا، ایسا ٹال مٹول کرو گے تو پھر اُس نیک کام کی توفیق نہ ہوگی۔ ایک فرشتہ ہے اُس کا نام ''طباع'' ہے وہ دیکھتا رہتا ہے کہ اس کے دل میں نیکی کا داعیہ پیدا ہونے کے باوجود نیکی نہیں کر رہا ہے، ایک سے تین مرتبہ دیکھتا ہے جب تیسری مرتبہ بھی داعیہ پیدا ہونے پر نیکی نہیں کرتا تو اُس پر مہر لگا دیتا ہے، پھر اُسے کبھی بھی نیکی کی توفیق نہیں ملتی، اس لیے جب بھی کوئی نیکی کی بات سنے تو اُس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

## نماز سے پریشانیاں دور ہوتی ہیں

(۱۶۷) **فرمایا کہ:** نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کے ذریعہ سے آدمی کو سکون ملتا ہے، نماز سے پریشانیاں دور ہوتی ہیں، اور آج ہم لوگ نماز جیسی عبادت ہی کو چھوڑ دیتے ہیں، اسی وجہ سے پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اللہ والوں کو بھی پریشانیاں آتی ہیں، لیکن اُن پر پریشانیوں اور تکلیفوں کا زیادہ اثر نہیں رہتا، جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ ان کو سخت بیماری لاحق ہوگئی، پورے بدن میں کیڑے پڑ گئے، بہت تکلیف تھی، صبح شام اللہ تعالیٰ عیادت کے طور پر پوچھتے ہیں ایوب! طبیعت کیسی ہے؟ گویا وہی بیماری دیا وہی عیادت کر رہا ہے، تو ایوب علیہ السلام کہتے ہیں کہ صبح شام اللہ تعالیٰ جو عیادت کرتے ہیں تو مجھے اتنی خوشی ہوتی ہے کہ میں تکلیف کو بھول جاتا ہوں، صبح کو اللہ نے پوچھ لیا کہ ایوب! مزاج کیسا ہے؟ تو رات بھر جو تکلیف تھی بھول جاتا ہوں پھر جب شام کو اللہ نے پوچھا تو صبح سے جو تکلیف تھی اُس کو بھول جاتا ہوں، اس طرح اللہ والوں کو جو پریشانیاں آتی ہیں اُس سے وہ لوگ مطمئن رہتے ہیں، بہرحال نماز ایک ایسی عبادت کہ اُس سے پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔

## فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھیں

(۱۶۸) **فرمایا کہ:** ہر فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھیں: بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی الْھَمَّ وَالْحُزْنَ اس دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم اور غم سے پناہ مانگی ہے، ''الحزن'' کہتے ہیں غم اور پریشانی کو، ''الھم'' ایسے غم کو کہتے ہیں جو انسان کو گھلا دے، انسان کمزور ہو جائے، ان دونوں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

# تہذیب نفس وتصحیح اخلاق

(حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کے ایک مضمون کا خلاصہ)

یہ ایک بدیہی اور ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس زمانے میں دین کا تصور صرف اس کے ایک پہلو یعنی ''طاعات وعبادات'' تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، دوسرا پہلو جس میں ترک معاصی ومنکرات اور تہذیب نفس وتصحیح اخلاق وغیرہ شامل ہیں اس کو اب عملاً وفکراً ہر طرح یا تو بالکل فراموش کر دیا گیا ہے، یا اس سے تجاہل عارفانہ برتا جا رہا ہے، عام طرز عمل سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس دوسرے پہلو کا دین سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، حالانکہ ایک حیثیت سے یہ پہلو پہلے والے پہلو پر زیادہ اہمیت وفوقیت رکھتا ہے، کیونکہ منکرات ومعاصی کی موجودگی طاعات کے اثرات وثمرات کو باقی رہنے نہیں دیتی۔

اس وقت میرے سامنے حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کا رسالہ ''ادب المسلم فی الیوم واللیلۃ'' ہے۔ دورانِ مطالعہ یہی مضمون ''القول فی اجتناب المعاصی'' کے تحت عنوان نظر سے گذرا، امام صاحبؒ نے اپنے ممتاز اصلاحی اسلوب، اور مؤثر انداز بیان، پھر الفاظ کے سفینے میں ان کے درد دل کے خزینے نے اس مضمون کی چند سطروں میں وہ تاثیر پیدا کی ہے کہ لمبی لمبی تقریروں سے بے نیاز کر دے اور سنگ دل سے سنگ دل انسان بھی کچھ نہ کچھ اثر قبول کئے بغیر نہ رہ سکے، امامؒ کے اسی مضمون کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں ''حاصل مطالعہ'' کے طور پر ذیل میں پیش کر رہا ہوں، اس امید پر کہ اللہ کا کوئی بندہ اس کا صحیح اثر قبول کر لے تو

میرے لئے بھی باعث ثواب ونجات ہو، وہ فرماتے ہیں:

احکام دین اصولی پر دو حصوں میں منقسم ہیں، ایک ''اوامر'' یعنی کرنے کے کام دوسرے ''نواہی'' یعنی چھوڑنے کے کام؛ ان دونوں میں باعتبار عمل کے ''ترک مناہی'' یعنی منع کی ہوئی چیزوں اور عادتوں کا چھوڑنا عام طور سے ذرا مشکل اور مجاہدہ کا کام ہے، کیوں کہ آدمی لئے نیکیوں کا اختیار کرنا طبعی طور پر سہل اور آسان ہوتا ہے، برخلاف مناہی ومعاصی کو ترک کرنے کے کہ اس مسئلہ پر اکثری اعتبار سے صرف اللہ کے خاص بندے ہی قدرت و قابو حاصل کر پاتے ہیں، اسی لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''حقیقی مہاجر وہ ہے جو برائی کے کاموں سے ہجرت کرے یعنی ان سے اجتناب اور احتیاط کرے۔ اور حقیقی مجاہد وہ ہے جو اپنی خواہشات نفس سے جہاد کرے یعنی ان کا مقابلہ کر کے ان کے تقاضے پر عمل سے باز رہے'' اس حدیثِ پاک سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ منکرات ومعاصی کا چھوڑنا نہایت ضروری کام اور عظیم عمل ہے، وہیں یہ بھی پتہ چلا کہ یہ قیمتی دولت حوصلہ اور مجاہدہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اگرچہ منکرات وشہوات پر قابو پانا اور ان سے جان چھڑانا نصف دین کی تکمیل ہے مگر چونکہ گناہوں کے کرنے میں ایک گونہ لذت حاصل ہوتی ہے اور ان کا چھوڑنا نفس پر بہت شاق وناگوار ہوتا ہے، اس لئے آدمی ان کے ترک کی جانب زیادہ توجہ نہیں دیتا معتد بہ مجاہدہ کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے لوگ طاعات وعبادات میں قابل لحاظ بلکہ بسا اوقات قابل رشک وفخر مشغولی کے باوجود گناہوں کی حرام لذت میں بھی مبتلاء دکھائی دیتے ہیں؛ خصوصاً ان سات اعضاء یعنی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پیر، پیٹ، اور شرمگاہ کے ذریعہ صادر ہونے والے گناہوں سے بہت کم لوگ محفوظ رہتے ہیں جبکہ اکثر گناہوں کا صدور انہی اعضاء سے ہوتا ہے، یہ وہ نعمتیں ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے آخرت کی تیاری اور اپنی جائز ضرورتوں میں استعمال کرنے کے لئے بطور امانت کے انسان

کو عطا فرمایا تھا، انہیں غلط استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا جاتا ہے، شاید اسی وجہ سے جہنم کے بھی سات دروازے بنائے گئے ہیں؛ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ ط لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿۴۴﴾" جہنم کے ساتھ دروازے ہیں، ہر دروازہ کا حصہ مقرر ہے۔

اس حقیقت کی وضاحت کے بعد یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ گناہوں اور نافرمانیوں کی نحوست سے اپنے آپ کو بچانا اگرچہ مشکل کام اور نفس پر بہت بار ہے لیکن عملاً ناممکن بھی نہیں، اس لئے کہ اگر یہ کام آدمی کے تحمل سے زائد اور اس کی قدرت سے باہر ہوتا تو حق تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کا مکلف نہ بناتے، ہاں اس کے لئے عزم کی پختگی اور حوصلہ کی بلندی کو استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آدمی ان خداداد صلاحیتوں سے کام لینا شروع کر دے تو وہ ضرور نفس اور اس کی بے جا خواہشات پر قابو پا سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ کے نیک بندے اسی راستہ سے یعنی انہی صلاحیتوں کو استعمال کر کے اپنے آپ کو مناہی و معاصی کی ذلت سے دور رکھنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ہمت و عزم کے استعمال کے ساتھ ساتھ دو چیزیں اور ہیں جن میں غور کرتے رہنا اور ان کا استحضار رکھنا اس مقصد کی کامیابی میں بہت ہی مددگار ثابت ہوتا ہے۔

(۱) یہ غور کرنا کہ میں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر رہا ہوں وہ انہی اعضاء و جوارح کے ذریعہ کر رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے کرم سے مجھے عطا فرمائے ہیں، ارشاد ہے: "وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ" اور بطور امانت عطا فرمائے ہیں، یہ اعضاء میری ملکیت نہیں ہیں۔ پس کیسی ناشکری اور ناقدری کی بات ہے کہ کسی محسن کے انعامات و احسانات کو اسی کی نافرمانی اور ایذاء رسانی میں استعمال کر کے احسان فراموشی اور دغابازی کا ثبوت دیا جائے نیز جب یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس محض ایک امانت ہیں تو ایسی کریم

ورحیم ذات کی امانت میں خیانت کرنا کس قدر کمینگی اور گندگی کی حرکت ہے۔خصوصاً جب کہ ان تمام نعمتوں کے بارے میں قیامت کے دن مواخذہ اور مطالبہ بھی ہوگا۔

(۲) یہ مراقبہ کرنا کہ نصوص قطعیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اعضاء جسمانی کو ایسی قوت گویائی عطا فرمادینگے جس سے وہ پوری فصاحت و بلاغت کے ساتھ برسرمحشر آدمی کے کرتوتوں کی شہادت پیش کردینگے۔ارشادِ ربانی ہے: یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ الخ۔اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى اَفْوَاهِهِمْ الخ وغیرہ آیات اس پر دال ہیں،تو جب میرے اعضاء ہی میری ان بری حرکتوں اور گناہوں پر اپنی زبان سے گواہی پیش کریں گے اور میرے خلاف حجت بن جائیں گے تو اس وقت مخلوق خدا کے سامنے میری کیسی گت بنے گی؟ اور کس قدر فضیحت ورسوائی کا سامنا ہوگا؟ غرض ان امور میں غور کرنے سے خصوصاً گناہ کے تقاضے کے وقت ان کا استحضار رکھنے سے امید قوی ہے کہ آدمی اپنے جذبۂ معصیت پر بڑی حد تک قابو پالے اور طاعات وعبادات کی طرح ترک معصیات و منہیات بھی اس کے لئے سہل اور خوشگوار امر بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی نافرمانیوں سے بچنے کی ہمت اور اس کا حوصلہ نصیب فرمائے آمین

(ماخوذ از فیض سعید ج: دوم،ص:۷۹)